اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالمِ ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

اکتوبر
2015

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۰	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ / اکتوبر ۲۰۱۵ء	جلد : ۲۳

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال
بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر
برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر
اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس
www.jamiamadniajadeed.org
E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954
مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)
رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302
جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311
خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310
فون/فیکس : 042 - 37703662
موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
حیاتِ مسلم کی ایک جھلک	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۰
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۱۸
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۲۲
فقہ حنفی کی عظمت و اہمیت	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۲۶
محرم الحرام کی فضیلت اور منکراتِ مروجہ کی مذمت	حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ	۴۰
گلدستۂ اَحادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۴۷
سَحبَانُ الھند حضرت مولانا اَحمد سعید صاحب دہلویؒ	جناب مولانا قاری تنویر اَحمد صاحب شریفی	۴۹
اَخبار الجامعہ		۶۴

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

دینی علوم ہوں یا عصری اور فنی اِن کے اپنے اپنے کچھ تقاضے ہوتے ہیں اگر اُن تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے تو نتائج بہتر سے بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں اور اگر ملحوظ نہ رکھا جائے تو اِنحطاط کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

طالب علم ہوں یا اَساتذہ دینی جامعات کے ہوں یا یونیوسٹیوں اور کالجوں کے اُن کا اصل کام پڑھنا اور پڑھانا ہوتا ہے جس کی بدولت ''دینی مدارس'' کے ذریعہ ''اِنسانیت'' کو اور ''عصری علوم کی درسگاہوں'' کے ذریعہ ''اِنسان'' کو فائدہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ''رُوحانی'' اور ''مادّی'' دونوں میدانوں میں اِنسان ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

آج کل موبائل فون کے اِستعمال کی بے اِعتدالی نے ہر میدان میں اِنتہائی منفی اَثرات مرتب کیے ہیں تعلیمی میدان کو تو خاص طور سے گہنا کر رکھ دیا ہے ہمارے ملک کے اَکثر دینی مدارس بھی اِس کی آلودگی سے بری طرح آلودہ ہوئے ہیں کیا طلباء اور کیا اَساتذہ ! ! البتہ ملک کے بعض جامعات میں اِس کے اِستعمال پر پابندی ہے بلکہ رکھنا ہی قابلِ سزا جرم ہے اللہ کرے کہ تمام ہی مدارس اِس قابلِ تقلید اُصول کو اپناتے ہوئے اِس کو عمل میں لائیں۔

مؤرخہ ۱۹ ستمبر کے روزنامہ نوائے وقت میں مع تصویر ایک خبر نظر سے گزری، خبر کی سرخی ہے :

''تھائی نیوی کیڈٹس'' کو'' کلاس'' میں'' موبائل فون'' لانے پر اَنوکھی'' سزا''

پوری خبر اِس طرح ہے :

''بنکاک (نیٹ نیوز) تھائی لینڈ میں نیوی کیڈٹس کو سمارٹ فون کلاس رُوم میں لانے پر اَنوکھی سزا دی گئی ہے، کیڈٹس کو اپنے ہاتھوں سے سمارٹ فون توڑنا پڑے کسی کیڈٹ نے اِینٹ پکڑی تو کسی نے پتھر اُٹھایا اور اِنتہائی دِل گرفتگی کے ساتھ اپنے فون کا کباڑا کر ڈالا۔''

باوجود یکہ کفار جو اِن اِیجادات کے موجد بھی ہیں اپنی دُنیوی اور مادّی ترقی کی راہ میں اِس کے غیر مفید اِستعمال کو برداشت کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں تو ہمیں کیا ہوا کہ ہم اِس کے قبیح اِستعمال سے اپنی نسلوں کو بچانے کے لیے سرگرم نہ ہوں جبکہ دینی مدارس میں دی جانے والی تعلیم مادّی فوائد کے ساتھ رُوحانی فوائد پر بھی مشتمل ہونے کہ وجہ سے اہم بھی ہے اور مقدس بھی، بایں ہمہ ضروری ہے کہ ہم تمام ذمہ دارانِ مدارس اب تک کی کوتاہی پر اللہ سے اِستغفار کرتے ہوئے طالب علموں کے لیے موبائل فون اپنے پاس رکھنا قابلِ تادیب جرم قرار دیتے ہوئے جتنا جلد ممکن ہو اِقدامات کریں اپنے اَساتذہ کو بھی اِس بات کا اِحساس دلایا جائے کہ وہ اپنے شاگردوں کے مربی اور بڑے ہیں جو یہ کریں گے اُس کی چھاپ طلباء پر آئے گی لہٰذا اپنے مرتبہ اور ذمہ داری کا اِحساس نیز درسگاہ اور اَسباق کے تقدس کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے اپنے شاگردوں کے سامنے عملی نمونہ بن کر پیش ہوں اور دورانِ سبق ہرگز اپنے موبائل فون کا اِستعمال نہ کریں۔

قومی جرائد میں کچھ روز پہلے مغرب کے عالمی ماہرین کی ایک رائے میری نظر سے گزری جس میں اُنہوں نے تسلیم کیا کہ کمپیوٹر کے تعلیمی میدان میں اِستعمال کے اچھے نتائج مرتب نہیں ہوسکے۔

دینی مدارس ہوں یا اسکول کالج اِن سے نکلنے والے طلباء و طالبات ہماری ہی مسلمان نسلیں ہیں جو مستقبل کے معمار ہیں یہ ہماری توقعات کے مطابق مستقبل کے تابندہ ستارے بنیں اِس کے لیے ضروری ہے کہ سرکاری اور نجی ہر سطح پر تعلیمی اِدارے موبائل فون اور کمپیوٹر کے بے جا اِستعمال پر فوری پابندی لگائیں تاکہ رُوحانی اَخلاقی اور مادّی اِعتبار سے تیزی سے تباہی کی طرف بڑھنے کا عمل روکا جاسکے۔

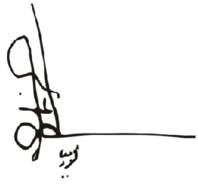

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — **درسِ حدیث** — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

سچے محبوب کے لیے تین چیزیں لازم ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک مرتبہ جنابِ رسالت مآب ﷺ وضو فرما رہے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کے وضو کا پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے بلکہ ہاتھوں میں لے کر اپنے جسم پر تبرکًا مَل رہے تھے صحابہ کرامؓ کی اِس وارفتگی کو دیکھ کر آقائے نامدار ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے ایسا کر رہے ہو ؟ عرض کیا ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت ہے اُسی محبت کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں ! ! آقائے نامدار ﷺ نے یہ سن کر اِرشاد فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے صحیح محبت کرے یا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا محبوب بن جائے تو اُس پر یہ تین باتیں لازم ہیں۔

☆ پہلی یہ بتلائی کہ ہمیشہ سچ بولے کیونکہ جھوٹ بہت بری چیز ہے، حدیث شریف میں جھوٹ کی برائی بیان ہوئی ہے۔ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا مسلمان بُزدل بھی ہوتا ہے ؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا ہاں ہوسکتا ہے۔اُنہوں نے پھر دریافت کیا کہ

کیا مسلمان جھوٹا بھی ہوتا ہے ؟ تو فرمایا'' لا ''نہیں ، جھوٹ مسلمان کی شان سے بعید ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کامل الایمان ہوگا وہ جھوٹ نہ بولے گا۔ جھوٹ سے شریعتِ مطہرہ نے سختی سے منع فرمایا ہے، جھوٹا اِنسان نہ صرف مخلوق کی نظروں میں گرا ہوا ہوتا ہے بلکہ اللہ کے ہاں بھی وہ ذلیل ہوتا ہے اللہ کے ہاں سچوں کی قدر ہے آقائے نامدار علیہ السلام نے سچے آدمیوں کی بہت تعریف فرمائی ہے قرآنِ حکیم میں ہے ﴿ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴾ سچوں کے ساتھ رہو، ہاں اگر سچی بات کہنے میں فساد کا خطرہ ہو تو فساد دبانے کے لیے گول مول بات کہہ دینی یا بالکل خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ع

دروغِ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ اَنگیز

☆ آپ علیہ السلام نے دُوسری بات یہ بتلائی کہ اگر اَمانت رکھی جائے تو اَدا کردے۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز بطورِ اَمانت رکھی جائے وہی چیز واپس کردے اُس میں تصرف ہرگز نہ کرے، رازداری کی بات بھی اَمانت ہوتی ہے اُس کے اِفشاء و اِظہار کرنے کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اگر بات کرنے والا تمہیں اُس کے اِفشاء سے روک دے تب تو وہ اَمانت ہے، نہ روکے تو اَمانت نہیں بلکہ اگر وہ زبان سے منع نہ بھی کر سکے مگر آپ نے یہ اَندازہ لگا لیا کہ اُس کے اِظہار سے اُسے دُکھ ہوگا تو یہ بھی اَمانت ہے اُس کا اِظہار بھی گناہ ہے مثلاً آپ سے کسی نے کوئی بات کہی اور پھر اِدھر اُدھر دیکھا (جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی اور تو نہیں سن رہا) تو اگرچہ آپ سے وہ یہ نہ کہے کہ میری بات کا اِظہار نہ کرنا مگر پھر بھی آپ کو اِظہار نہیں کرنا چاہیے اَلبتہ اگر کوئی ایسی بات ہو کہ جس کے چھپانے میں فساد کا خطرہ ہو یا کسی کی آبرو، جان و مال کو نقصان پہنچنے کا اَندیشہ ہو تو چھپانا ضروری نہیں بلکہ اِظہار ضروری ہے، اِس صورت میں لازم ہے کہ جس کو ناحق نقصان پہنچنے کا اَندیشہ ہے اُسے خبر کردیں تاکہ وہ اپنی حفاظت کر سکے۔

☆ تیسری بات یہ اِرشاد فرمائی کہ پڑوسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔[1]

---

[1] مشکوۃ شریف رقم الحدیث کتاب الاداب ۴۹۹۰

پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی بہت تاکید آئی ہے جو بار ہا بیان کر چکا ہوں۔ ایک صحابی نے ایک روز رسولِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں اچھے کام کر رہا ہوں یا برے ؟ تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ پڑوس سے اَندازہ لگا لیا کریں یعنی اگر وہ اچھا کہیں تو اچھے ہو ورنہ برے ہو۔

مذکورہ بالا حدیث شریف میں آقائے نامدار ﷺ نے محبت کا ایک معیار بتلایا ہے جس سے ہر آدمی کو جانچا جا سکتا ہے، اگر ایک آدمی برابر جھوٹ بولے ، اَمانت میں خیانت کرے، پڑوسیوں کو تنگ کرے مگر اِس کے باوجود وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت کا دعویدار ہے تو ایسا شخص یقیناً کاذب ہے محبّ ہرگز نہیں، حقیقی اور سچا محبّ وہی ہوتا ہے جو محبوب کی ہر بات کو تسلیم کرے اُس کا ہر حکم خوشی سے بجالائے ، وہ محبّ نہیں جو بات تو کوئی بھی نہ مانے مگر زبان سے محبت کے بڑے بڑے دعوے کرے، فقط زبانی دعوے کا کوئی اِعتبار نہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ اللہ اور اُس کے رسول کے محبّ اور محبوب وہی ہوتے ہیں جو اُن کے حکموں پر چلتے ہیں، نافرمانی نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر چلائے ، آمین ۔ اِختتامی دُعا.................

۞ ۞ ۞

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۸

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ مسلم کی ایک جھلک

قربانی، اِیثار اور تقسیمِ دولت کی نادر مثال ۔ نعروں کے بجائے عمل

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب ؒ ﴾

آنحضرت ﷺ کی دعوت کے تیرہ سال اَز ۶۰۹ء تا ۶۲۲ء مکہ میں گزرے اِس تیرہ سال کے عرصہ میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہوگئی مگر اُن کی حیثیت ایسی نہیں تھی کہ جماعتی نظم قائم ہو سکے، ایک بڑی تعداد کو مجبور ہو کر اپنے وطن (مکہ) سے نکلنا پڑا اُنہوں نے حَبش جا کر پناہ لی، جو مسلمان مکہ میں تھے وہ رات دِن طرح طرح کے مصائب میں مبتلا تھے۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے قریبی رشتہ دار تقریبًا تین سال تک شعبِ اَبی طالب میں محصور رہے مکہ کے باشندوں نے اُن سے بائیکاٹ رکھا لیکن اِس اِنتشار اور پراگندگی کی صورت میں اگرچہ کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں پیش کیا جا سکتا تھا مگر اِس دو حرفی پروگرام پر اِس لاچارگی اور بیچارگی کے زمانہ میں بھی برابر عمل ہوتا رہا ﴿كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾

سیرتِ مقدسہ پر نظر رکھنے والا اِس فیصلہ پر مجبور ہے کہ مکی زندگی کے تیرہ سالہ دور میں ایک بنیادی مقصد عمل کو پوری سرگرمی کے ساتھ کامیاب بنایا گیا، عام محاورہ کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ کچھ نظریات پیش کیے گئے اور ذہنوں کو اُن کے لیے ہموار ہی نہیں کیا گیا بلکہ اُن نظریات کو ذہنوں میں رچا دیا گیا۔

آج کل دولت، سرمایہ داری اور تقسیمِ دولت کی بحث ہے اِس مناسبت سے وہی نظریات پیش کیے جا رہے ہیں جن کا تعلق اِس موضوع سے ہے سورۂ بلد اُسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی جس کی چند آیتوں کا ترجمہ یہ ہے :

''کیا اِنسان خیال کرتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہیں چلے گا، کہتا ہے کہ میں نے بیشمار دولت خرچ کر ڈالی، میں نے کھپایا مال ڈھیروں۔ (ترجمہ : شاہ عبدالقادرؒ)
کیا یہ سمجھتا ہے کہ نہیں دیکھا ہے اُس کو کسی نے، کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں نہیں دیں ؟ زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے ؟ اور کیا ہم نے اُس کو دونوں راستے نہیں بتا دیے ؟ پس وہ گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا، آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے ؟ (گھاٹی یہ ہے) چھڑانا کسی گردن کا (مصیبت زدہ غلاموں کو رہائی دلانا) یا کھلانا بھوک کے دِن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک میں رہنے والے مسکین (محتاج) کو۔''[1]

سورۂ دہر بھی اُسی زمانہ میں نازل ہوئی جس کی چند آیتوں کا ترجمہ یہ ہے اِن آیتوں میں اللہ کے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

''ایسے وقت کہ جب خود اُن کو کھانا محبوب ہوتا ہے اور خود اپنے اَندر اُس کی ضرورت اور طلب محسوس کرتے ہیں اِس کے باوجود وہ مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اُن کا نصب العین یہ ہوتا ہے کہ ہم صرف اللہ کے لیے کھانا کھلا رہے ہیں تم سے ہمیں نہ کوئی بدلہ درکار ہے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا شکریہ اَدا کریں۔'' (سورۂ دہر پارہ ۲۹)

---

[1] سورۂ بلد پارہ ۳۰

سُوْرَۃُ الْھُمَزَہ کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے وہ سرمایہ دار کے خلاف کس شدت سے گرج رہی ہیں۔

''بڑی خرابی ہے ہر اُس شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہے اور رُو دَر رُو طعنہ دینے والا ہے، (یہ وہ مغرور اور متکبر ہے) جس نے سمیٹا مال اور اُس کو گن گن کر رکھا جو سمجھتا ہے کہ اُس کا مال سدا رہے گا اُس کے ساتھ (اُس کی دولت دوام پذیر ہوگی) ہرگز نہیں ! ایسا شخص یقینًا پھینک دیا جائے گا ''حُطَمَۃْ'' میں اور تم جانتے ہو کہ حُطَمَۃْ کیا ہے ؟ وہ آگ ہے جو بھڑکائی گئی ہے خدا کی طرف سے جو جھانک لیتی ہے دلوں کو، وہ اُن پر بند کردی جائے گی (مونڈ دی جائے گی) لمبے لمبے ستونوں میں۔''

اِس مضمون کی آیتیں جو مکہ معظّمہ کے اُس دور میں نازل ہوئیں۔ قدرتی بات ہے کہ اُنہوں نے اِس مقدس جماعت کے دلوں کو مال و دولت کی محبت سے پاک کردیا اور یہاں تک نکھار دیا کہ درہم و دینار سے اُن کو ایسی ہی نفرت سے ہوگئی جو اُونٹ اور بھیڑ کی مینگنیوں سے نفرت تھی۔

اِن تعلیمات کے نتیجہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا تمام سرمایہ جو زمانہ تجارت میں کمایا تھا خرچ کر کے فاقہ کو دولت قرار دے چکے ہیں۔ اُن کی رفیقۂ حیاتِ طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو مکہ کے دولت مندوں میں سب سے اُونچا درجہ رکھتی تھیں اپنی تمام دولت خرچ کر کے فقر و فاقہ کو نعمت تصور کرنے لگیں، وفات ہوئی تو ترکہ میں ایک بھی ایسی چیز نہیں ہے جس کا ذکر کیا جاسکے۔ اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کے پاس اِسلام لانے کے دِن چالیس ہزار کا سرمایہ تھا، جب وہ مکہ سے روانہ ہوئے تو صرف پانچ ہزار باقی تھے اِس عرصہ کے کاروباری منافع کے علاوہ اصل پونجی یعنی پینتیس ہزار صرف ہو چکے تھے۔ اَلبتہ گردن چھڑانے کی ہدایت جو قرآنِ پاک میں کی گئی تھی اُس کے مظاہرے کھلے طور پر سامنے آتے ہیں، کتنے ہی غلام ہیں جن کو خرید کر آزاد کیا گیا، کتنے ہی مقروض ہیں جن کے قرضے اَدا کیے گئے، خدا جانے کتنے بھوکے ہوں گے جن کی ضروریات کا تکفل فرمایا گیا ہوگا۔ حلیمہ سعدیہ

جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو دُودھ پلایا تھا جن کے یہاں خشک سالی ہوئی اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس اِمداد کے لیے پیغام بھیجا، حضرت خدیجہؓ نے چالیس بکریوں کا ایک گلہ خرید کر اُن کے حوالہ کردیا۔

جو آیتیں اُس زمانے میں نازل ہوئیں اُن میں ایک فرض یہ بھی قرار دیا گیا کہ دُوسروں کو غربا پروری پر آمادہ کریں یعنی بخل اور سرمایہ پرستی کے جراثیم جس طرح اپنے اَندر سے ختم کریں اِسی طرح دُوسروں کو بھی اِس کی دعوت دیں اور دَاد و دہش کی فضا بنائیں۔

سورۃ الحاقہ کی آیات نمبر ۳۰ تا ۳۲ کا ترجمہ یہ ہے :

''اُس شخص کو پکڑو اور اُس کے طوق پہنادو پھر دوزخ میں اُس کو داخل کردو پھر ایسی زنجیریں جن کی پیمائش ستر گز ہے اُس کو جکڑ دو (کیوں، یہ عذاب کس لیے ؟ وجہ یہ ہے) یہ شخص خدائے بزرگ پر اِیمان نہیں رکھتا تھا اور غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا تھا، اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج (مرنے کے بعد قیامت کے روز) اُس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے اور نہ اُس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے (اگر کچھ ہے تو) صرف زخموں کا دھوون ہے جس کو صرف وہی کھائیں گے جو ترے گنہگار (پاپی) ہوں گے۔'' (سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ ۳۰۔۳۲)

تم نے دیکھا اُس کو جو جھٹلاتا ہے اِنصاف کو (پاداشِ عمل پر یقین نہیں رکھتا) یہ وہی ہے جو دھکیلتا ہے یتیم کو، جو ضرورت مند (مسکین) کو کھانا دینے کی تاکید اور ترغیب نہیں کرتا، سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں جو دِکھاوا (ریاکاری) کرتے ہیں جن کی تنگدلی کا یہ عالم ہے کہ برتنے اور اِستعمال کرنے کی چیز مانگے پر دینی گوارا نہیں کرتے۔ (سورۃ الماعون ۱ تا ۷) اِس کے علاوہ سورۂ فجر ۱۶ تا ۲۰، وغیرہ۔

مکی زندگی کا دور ختم ہوا، مہاجرین کا قافلہ مدینہ پہنچا، یہاں ایک نہایت پیچیدہ اِقتصادی سوال پیدا ہوا، مدینہ خاص کی آبادی جو اِسلام کی پناہ گاہ تھی وہ ڈھائی ہزار سے زیادہ نہ تھی وہ جانباز مخلص جو اپنی

ذمہ داری پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مدینہ طیبہ لائے تھے بیعتِ عقبہ کے وقت اُن کی تعداد بہتر (۷۲) تھی اُن کے رُفقاء اور معاون جو مدینہ طیبہ میں تھے وہ چند سو سے زیادہ نہ تھے مختصر یہ کہ زیادہ سے زیادہ پانچ سو افراد ہوں گے جو مدینہ طیبہ میں اِس تحریک کے ذمہ دار تھے اُن میں سے غریب اور تہی دست بھی تھے، جو صاحبِ حیثیت تھے اُن کے پاس نہ کوئی کارخانہ تھا نہ کوئی تجارتی منڈی تھی، نہ صنعت وحرفت کا کوئی سلسلہ تھا، صرف کاشتکار تھے جن کے پاس زراعت کے لیے تھوڑی تھوڑی زمینیں تھیں یا کھجوروں کے باغات تھے۔

ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو کم وبیش ایک سو افراد بہت تھوڑے عرصہ میں مدینہ پہنچ گئے اُن میں سے بہت سے وہ تھے جو اپنے وطن مکہ میں اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے لیکن جس صورت سے اُن کو وطن (مکہ) چھوڑنا پڑ رہا تھا وہ حد درجہ خطرناک تھی اُن کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے ساتھ وہ سرمایہ لا سکیں پوری رازداری کے ساتھ چھپ کر نکل آنا ہی بہت بڑی کامیابی تھی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مکہ کے ایک رئیس گھرانے کے ایک فرد تھے اُن کے اِرادۂ ہجرت کا پتہ چل گیا تو خاندان کے آدمیوں نے اُنہیں گرفتار کر لیا اُنہوں نے اِنتہائی عاجزی وزاری کی تو اِس شرط پر یہ روانہ ہو سکے کہ اپنے سرمائے میں سے اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جائیں گے۔

مہاجرین کے سلسلے میں صرف مکہ ہی کے حضرات نہیں تھے بلکہ جب مدینہ طیبہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تو اگرچہ تعداد کتنی ہی تھوڑی تھی مگر اُن سب کے لیے پناہ گاہ بن گئی تھی جو مختلف قبائل کے اندر اِکا دُکا اِسلام سے مشرف ہو چکے تھے یہ حضرات بھی مدینہ طیبہ پہنچنے لگے۔

اِقتصادیات کے ماہرین کے لیے ایک نہایت دلچسپ سوال ہے کہ اِن بے روزگاروں کے لیے روزگار کی کیا شکل کی جائے ؟ اُن کا تقدس اِس کی اِجازت نہیں دیتا کہ کسی کے ایک پیسے پر بھی نظر ڈالیں خود تہی دست ہیں ذریعہ معاش کوئی نہیں خود مدینہ میں ایک کافی تعداد بڑے لوگوں کی ہے جو صاحبِ دولت ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوئے، مدینہ کے آس پاس یہودیوں کے قبیلے ہیں وہ بہت خوش حال بڑے دولت مند اُن کی تجارتی کوٹھیاں بھی ہیں اور اُن کے پاس تجارتی منڈیاں بھی لیکن اُن کے

سامنے جھکنا خودداری اور اِسلامی غیرت کے خلاف ہے۔

جیسے ہی محمد رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ پہنچے مدینہ کے مسلم اور غیر مسلم باشندوں سے ایک معاہدہ ہوگیا اور اِس طرح ایک ایسا نظام قائم ہوگیا جس کو حکومت یا مملکت کہا جا سکتا ہے ممکن تھا کہ اِس نظام کے ذریعہ کوئی ٹیکس عائد کر دیا جاتا لیکن یہ بات اِسلامی خودداری کے قطعاً مخالف تھی کہ اپنی ضرورتوں کے لیے اُن سے ٹیکس وصول کریں جو ذہنی طور پر ہمنوا اور حامی نہیں ہیں، غیرت اور خودداری کا تقاضا یہ تھا کہ نو وارد مسلمانوں کے لیے اِمداد کی اپیل کی جائے جو صرف اُن سے جو ہر طرح اپنے آپ کو اِسلام کے لیے پیش کر چکے تھے لیکن ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ کے اُصول کا تقاضا یہ تھا کہ اُن پر بھی کوئی جبر نہ کیا جائے، اِسلام کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ دِلوں میں وہ اِنقلاب پیدا کر دیا جائے کہ وہ خود اپنی طرف سے اِمداد کا قانون بنائیں، کوئی سیاسی لیڈر ایسے موقع پر یہ کر سکتا تھا کہ کچھ جائیدادیں ضبط کرے تاکہ بے روزگاروں کا کام چلے اور نظام قائم ہو سکے لیکن اِس سے آپس میں محبت ہرگز نہیں قائم ہو سکتی تھی۔

اِسلامی تعلیمات نے بہت ہی تھوڑی مدت میں معجزہ کے طور پر ایک خاص وصف مسلمانوں کے اَندر پیدا کر دیا تھا اُس وصف کا نام ''اِیثار'' ہے اِس اِیثار نے ایک اِشارہ کیا آنحضرت ﷺ کی پیغمبرانہ ذہانت نے اِس اِشارہ کو سمجھا، آپ نے ایک تجویز پیش کی کہ جو مدینہ کے اصل باشندے ہیں اور جو مکہ کے آنے والے مہاجر ہیں اُن کے اَندر قانونی بھائی چارگی قائم کر دی جائے یعنی صرف زبانی دوستی اور اُخوت نہیں بلکہ ایسی اُخوت جو دو نسلی بھائیوں کے اَندر ہوتی ہے، آپ نے تجویز پیش کی کہ ایک اَنصاری ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنالے، حضراتِ اَنصار یعنی مدینہ کے اصل باشندوں نے بڑی خوشی سے اِس تجویز کو منظور کرتے ہوئے عمل کی تمام ذمہ داری آنحضرت ﷺ کے حوالے کر دی، آپ نے نام بنام بھائی چارہ قائم کر دیا یعنی یہ مہاجر فلاں اَنصاری کا بھائی ہے، اِس بھائی چارہ کے معنی یہ تھے کہ مہاجر اِس اَنصاری کی تمام اِملاک کے اندر برابر کا شریک ہوگیا، جس قدر جائیداد ہے باغ ہے مکان ہے تو آدھا اَنصاری کا یعنی مدینہ کے اصل باشندے کا اور آدھا اُس بھائی مہاجر کا۔

ایک لطیفہ یہ تھا کہ مہاجر بھائی کاشت سے قطعاً ناواقف اُس کا پیشہ تجارت اُس کا وطن مکہ

جہاں کھیت اور کاشت کا نام نہیں، اُس کو اگر اَنصاری کی جائیداد مل بھی گئی تو اپنی زندگی میں یہ اِنقلاب پیدا کرنا مشکل تھا کہ وہ کاشتکار بنتا ہل جوتتا اور کھیتوں کو سیراب کرتا۔ یہ حضراتِ اَنصار کا مخلصانہ اِیثار تھا کہ اُنہوں نے اپنی جائیدادوں اور باغوں کا آدھا حصہ دیا اور یہ بھی طے کردیا کہ کاشت کا تمام کام وہ کریں گے حضراتِ مہاجرین کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اَلبتہ آمدنی آدھی اُن کی خدمت میں پیش کردی جائے گی۔

موضوعِ کلام سے کسی قدر ہٹ کر یہ عرض کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ حضراتِ اَنصار (باشندگانِ مدینہ) جن کے لیے اِیثار کر رہے تھے وہ بھی سیاسی رنگروٹ [1] نہیں تھے، یہ وہ تھے جن کو محمد رسول اللہ ﷺ کا فیضِ تربیت اَعلیٰ اَخلاق سے آراستہ کر چکا تھا۔ حضراتِ اَنصار کے اِیثار کے جواب میں اِن مہاجر بزرگوں نے کامیابی کے جھنڈے نہیں لہرائے جلوس نہیں نکالے، شکریہ کی رسمی تجویزیں نہیں پاس کیں بلکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں نے اپنے اَنصاری بھائی سے کہا آپ کے اِخلاص کا شکریہ مجھے ایسا بازار بتا دیجیے جو زیادہ چلتا ہو، اَنصاری بھائی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اُن کو قبیلہ قَیْنُقَاعْ کے بازار میں پہنچا دیا، (یہ وہاں بظاہر خوانچہ لگا کر بیٹھ گئے) اور دن بھر اِتنے دام کما لیے کہ شام کو جب واپس ہوئے تو اَنصاری بھائی کے لیے کچھ پنیر اور کچھ گھی بھی خرید کر لیتے آئے۔ (بخاری شریف ص ۲۷۵)

دورِ حاضر کی تہذیب جس کو اپنی ترقی پر ناز ہے اِن نو واردوں کو جو کسی سیاسی قانونی اِستحقاق کے بغیر باشندگانِ مدینہ کی اِملاک میں حصہ دار بن گئے تھے اگر کسی وجہ سے اِخراج کا حکم نہ دیتی مگر جائیدادوں کی تقسیم کی چسک [2] اور ٹیس اُن کے دِلوں کو ضرور تڑپاتی رہتی اور اِس بنا پر ناممکن تھا کہ اُن کے دلوں میں مہاجرین سے محبت پیدا ہوتی لیکن اَخلاقی تربیت کی یہ برکت تھی کہ اُن حضرات کے دِلوں میں مہاجرین سے محبت ہی نہیں بلکہ عقیدت قائم ہوگئی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو اُن کے اَنصاری بھائی کی بیوی حضرات اُم العلاء کو یقین تھا کہ ایسا مقدس بزرگ یقیناً

[1] Recruit کا مورد، نیا سپاہی، نوآموز [2] ہلکا درد

اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عزت کا مستحق ہے وہ صدمہ کا اِظہار کرتے ہوئے فرمارہی تھیں شَھَادَتِیْ عَلَیْکَ لَقَدْ اَکْرَمَکَ اللّٰہُ میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یقیناً عزت بخشی ہے۔

٣ھ میں غزوہ بنونضیر ہوا، اِس موقع پر بنونضیر کی ضبط شدہ جائیدادیں آنحضرت ﷺ کے حوالے ہوئیں، اُصولاً آنحضرت ﷺ کو حق پہنچتا تھا کہ اُن کو ذاتی مِلک قرار دے لیتے یا اپنے خاندان کے لیے مخصوص کر دیتے مگر آپ نے اُن جائیدادوں کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا اور یہ پورا تعلقہ[1] حضراتِ مہاجرین کو تقسیم کر دیا۔ اِس موقع پر حضراتِ اَنصار نے جس اِیثار کا ثبوت دیا وہ بھی ناقابلِ فراموش حقیقت ہے یہ اَنصار تقریباً ڈھائی سال سے مہاجرین کے مصارف برداشت کر رہے تھے، دورِ حاضر کی روشن تہذیب جو ہمدردی نوعِ اِنسان کی بلند بانگ دعویٰ دار ہے اگر وہ کارفرما ہوتی تو اَنصار کا مطالبہ یہ ہوتا کہ یہ ضبط شدہ جائیداد مصارف کے عوض میں اُن کے حوالے کی جائے، یہ یہاں کے اصل باشندے بھی ہیں اور تین سال سے پوری جماعت کا خرچ بھی برداشت کر رہے ہیں لیکن اِس کے برعکس جب آنحضرت نے یہ اِرادہ ظاہر فرمایا کہ یہ تعلقہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور جو جائیدادیں بھائی چارے کی بنا پر اَنصار نے مہاجرین کو دی تھیں وہ اُن کو واپس کر دی جائیں تو تاریخ نے وہ الفاظ محفوظ کر لیے جو حضراتِ اَنصار نے عرض کیے تھے لَا، بَلِ اقْسِمْ ھٰذِہٖ فِیْھِمْ، وَاقْسِمْ لَھُمْ مِنْ اَمْوَالِنَا مَاشِئْتَ ''نہیں حضرت یہ نہیں ہوگا، بنونضیر کی تمام جائیداد حضراتِ مہاجرین ہی کو دے دیجیے اور نہ صرف یہ جائیداد بلکہ ہماری طرف سے آپ کو اِختیار ہے کہ خود ہماری جائیدادوں میں سے بھی جو کچھ آپ چاہیں اُن کو عنایت کر دیں۔'' (تاریخ المدینة لابن شبة ج٢ ص ٤٨٨)

یہی حضراتِ اَنصار ہیں جنہوں نے دُوسرے موقع پر یہ بھی فرمایا تھا کہ جو کچھ آپ لیں گے وہ اِس سے بہت بہتر ہوگا جو ہمارے پاس رہ جائے گا۔ (سیرة اِبن ہشام وغیرہ)

[1] ملکیت، جائیداد

قسط : ۲۲

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

سترہواں سبق : ذکر اللہ

چونکہ اِسلام کی تعلیم اور اُس کا مطالبہ یہ ہے (بلکہ کہنا چاہیے کہ اِسلام درحقیقت نام ہی اِس کا ہے) کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی اَحکامِ اِلٰہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جب ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ بندہ کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے اور اُس کے دِل میں اللہ کی عظمت اور محبت پوری طرح بیٹھ جائے اِس لیے اِسلام کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کریں [۱] اور اُس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثناء سے اپنی زبانیں تر رکھیں، دل میں اللہ کی محبت و عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے، یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کسی کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے گا اور جس کے حسن و جمال کے گیت دِن رات گاتا رہے گا اُس کے دِل میں اُس کی محبت و عظمت ضرور پیدا ہو جائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو روشن بھی کرتی ہے اور اُس کے شعلے کو بھڑکاتی بھی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ کامل اِطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اِسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہوسکتی ہے، صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محبِّ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے۔ ع

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودند

---

[۱] واضح رہے کہ ذکر اللہ بذاتِ خود بھی مقصود اور قربِ اِلٰہی کا خاص وسیلہ ہے۔

اِس لیے قرآنِ پاک میں اللہ کے ذکر کی کثرت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اِس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً سورۂ اَحزاب میں اِرشاد ہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ﴾ [1]

''اے اِیمان والو ! اللہ کا ذکر کرو بہت ذکر اور اُس کی پاکی بیان کرو صبح و شام۔''

اور سورۂ جمعہ میں اِرشاد ہوا ہے :

﴿وَاذْکُرُوا اللّٰہ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾(سُورۃ الجمعۃ : ۱۰)

''اور ذکر کرو اللہ کا بہت، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

خاص کر دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول اور منہمک ہو کر یا اُن کے نشہ میں مست ہو کر آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے، ایک مال و دولت اور دُوسرے بیوی بچے، اِس لیے اِن دونوں چیزوں کا نام لے کر صراحتًا مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے، سورۂ منافقون میں اِرشاد ہے :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (سُورۃ المنافقون : ۹)

''اے اِیمان والو ! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اَولاد اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں گے وہی ٹوٹے اور گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔''

اِسلام میں پانچ وقت نماز فرض ہے اور وہ بلا شبہ اللہ کا ذکر ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے لیکن کسی اِیمان والے کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف نماز کے ذکر کو کافی سمجھے اور نماز کے باہر اللہ کے ذکر اور اُس کی یاد سے بالکل بے فکر و غافل رہے [2] بلکہ اِسلام کا صاف حکم یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی تم جس حال میں ہو اللہ سے غافل نہ رہو، سورۂ نساء میں اِرشاد ہے :

---

[1] سُورۃ الاحزاب : ۴۰ ، ۴۱

[2] اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس طرح اپنے مقرر وقت پر نماز فرض ہے اِسی طرح ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا بھی فرض ہے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مومن کو اللہ سے غافل نہ رہنا چاہیے۔

﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ﴾ ۱

''اور جب تم پڑھ چکو نماز، تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔''

حتی کہ جو لوگ راہِ خدا میں جہاد کے لیے نکلے ہوئے ہوں اُنہیں بھی تاکید کے ساتھ حکم ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں بلکہ کثرت سے اُس کا ذکر کریں، سورۂ اَنفال میں اِرشادِ خداوندی ہے :

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ ۲

''اے ایمان والو ! جب تمہارا مقابلہ ہو کسی فوج سے تو مضبوطی سے جم جاؤ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب و بامراد ہو جاؤ۔''

اِس آیت سے بھی معلوم ہوا اور اُوپر سورۂ جمعہ کی جو آیت نقل ہو چکی ہے ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ اُس سے بھی معلوم ہوا کہ اِیمان والوں کی فلاح و کامیابی میں ذکر اللہ کی کثرت کو خاص دخل ہے اور سورۂ منافقون کی جو آیت اُوپر نقل ہوئی اِس سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے ذکر سے غافل رہنے والے نامراد اور خسارے میں رہنے والے ہیں۔

اور سورۂ رعد کی ایک آیت میں اللہ کے ذکر کی ایک خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اِس سے چین اور اِطمینان حاصل ہوتا ہے، اِرشاد ہے :

﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾(سُورة الرعد : ۲۸)

''یاد رکھو ! اللہ کے ذکر ہی سے چین پاتے ہیں دِل (یعنی اِیمان والی رُوحیں)۔''

قرآنِ مجید کی اِن آیتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے، ایک حدیث میں ہے :

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دِن کون لوگ اللہ کے بندوں میں زیادہ سے زیادہ اُونچے درجوں پر ہوں گے ؟ آپ نے اِرشاد فرمایا اللہ کا ذکر کرنے والے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔''

---

۱ سُورة النساء : ۱۰۳ ۲ سُورة الانفال : ۴۵

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اَبوموسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''اللہ کو یاد کرنے والے کی مثال اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے (یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے اور یاد نہ کرنے والا مردہ بلکہ مردار ہے)۔''

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''ہر چیز کے لیے کوئی صیقل ہوتا ہے اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں کوئی چیز بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ مؤثر نہیں۔''

ذکر کی حقیقت :

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ذکر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ سے غافل نہ ہو، وہ جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اُس کو اللہ کا اور اُس کے اَحکام کا خیال ہو، اِس کے لیے اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ ہر وقت اور ہر حال میں وہ زبان سے بھی ذکر کرے لیکن یہ واقعہ ہے کہ اللہ کے جن بندوں کا یہ حال ہوتا ہے اُن کی زبانیں بھی ذکر اللہ سے تر رہتی ہیں اور یہ حال (کہ ہر وقت اللہ کا اور اُس کے حکموں کا خیال رہے اور غفلت نہ ہونے پائے) عموماً اُن ہی بندگانِ خدا کا ہوتا ہے جو زبانی ذکر کی کثرت کے ذریعہ دِل و دماغ میں یاد اور دھیان کی مستقل کیفیت پیدا کر لیتے ہیں اور اللہ سے اپنے قلبی تعلق کو بڑھا لیتے ہیں اِس لیے ذکر لسانی (یعنی زبانی ذکر) کی کثرت بہرحال ضروری ہے۔ اِس زمانے کے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو یہ سخت غلط فہمی ہے کہ وہ زبان سے اللہ کے ذکر کی کثرت کو ایک بے فائدہ عمل سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی اَحادیث میں صراحتاً اِس کا حکم ہے اور حضور ﷺ نے اِس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! اِسلام کے اَحکام بہت ہیں آپ مجھے ایسی کوئی چیز بتا دیجیے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں (باقی صفحہ ۴۸)

قسط : ۲۲

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ ﴾

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ وہ اُنہیں ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور اُنہیں بتوں کی پرستش سے منع کریں مگر وہ لوگ کفروشرک میں بری طرح مبتلا تھے، آپ جس وقت بھی اُنہیں اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلاتے تو وہ آپ سے کہتے آپ ہمیں ایک نئی عبادت اور نئے معبود کی طرف کیوں بلاتے ہیں، آپ ہم سے یہ مطالبہ کیوں کرتے ہیں کہ ہم اِن بتوں کی پوجا پاٹ چھوڑ دیں جن کی سالہا سال سے پرستش کرتے آئے ہیں، ہمیں تو آپ کے مطالبہ کی وجہ بس یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ پاگل ہیں یا پھر ہمارے معبودوں کی بے جا مخالفت کرنے کی وجہ سے آپ کو ہمارے معبودوں نے کوئی بیماری لاحق کر دی ہے۔

آپ نے اُنہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا : میں تمہیں دعوت بھی دے چکا اور دلائل و براہین سے مناظرہ بھی کر چکا، اگر تم اپنی ہٹ دھرمی اور میری دعوت کا اِنکار کرنے پر ہی تلے ہوئے ہو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اِنتظار کرو جو تم پر آئے گا اور تمہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

اُنہوں نے آپ کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے یونس ! ہم آپ کی دعوت ہر گز قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی اللہ کی عبادت کر کے اپنے معبودوں کو چھوڑیں گے۔

حضرت یونس علیہ السلام اُن کو اللہ کی طرف بلاتے رہے وہ آپ کی دعوت کو جھٹلاتے اور آپ کا مذاق اُڑاتے رہے اور اُن کی سرکشی اور کفر میں اور زیادہ اِضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ دِن آپہنچا کہ

آپ اُن کے بارے میں مایوس اور نا اُمید ہو گئے اور اُن کے راہِ راست پر آنے اور بات ماننے کی تمام اُمیدیں ختم ہو گئیں، ایک عرصہ تک اُن میں رہنے اور اُن کو دعوت دینے کے باوجود جب وہ اِیمان نہ لائے تو آپ بڑے غمگین ہوئے اور آپ نے اُنہیں خیر باد کہنے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ وہاں سے روانہ ہوئے تاکہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اُن کے کیے کی سزا دے اور اُن پر عذاب نازل ہو۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کے پاس سے روانہ ہوئے ہی تھے کہ آسمان بادلوں سے گھر گیا، فضا گرد و غبار سے بھر گئی اور تیز ہوا چلنے لگی، فضا تاریک ہو گئی اور دِن کا اُجالا رات کی تاریکی میں بدل گیا، قوم نے عذاب کے آثار دیکھے تو اُنہیں یقین ہو گیا کہ جس عذاب کا وعدہ آپ نے کیا تھا وہ پورا ہونے کو ہے۔ اب اُنہوں نے آپ کی تلاش شروع کی تو آپ نہ ملے، وہ آپ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اِعتراف اور اپنے کیے پر ندامت و شرمندگی کا اِظہار کرنا چاہتے تھے، وہ آپ کے سامنے اپنی توبہ کا اِعلان اور اِیمان باللہ کا اِقرار کرنا چاہتے تھے تاکہ آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اُن کی سفارش کریں اور اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف فرما کر عذاب سے نجات دے دیں۔

تلاشِ بسیار کے باوجود جب لوگوں کو آپ نہ ملے تو وہ خود ہی اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنے لگے کہ شاید اللہ تعالیٰ اُن سے نرمی کا برتاؤ کرے اور اُنہیں معاف کر دے چنانچہ وہ اپنے گھروں سے نکل کر صحرا کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بلند آواز سے دُعا کرنے لگے، وہ رو رہے تھے اور زور زور سے چیخ و پکار کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اِظہار اور فریاد کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول کر لی اور اُس عذاب کو ہٹا لیا جو چند لمحوں میں ہی اُنہیں دبوچنے والا تھا، وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹے اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے لگے۔

اُدھر حضرت یونس علیہ السلام سمندر کے کنارے پر پہنچے وہاں کشتی لنگر اَنداز تھی اور ملاح بادبان اُٹھانے والا تھا، آپ نے ملاح سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر لو، اُس نے آپ کو سوار ہونے کی

اِجازت دے دی، کشتی نے سمندری سفر کا آغاز کر دیا اور معتدل رفتار سے سفر کرنے لگی، اچانک سمندر میں تند و تیز ہوا چلنے لگی آسمانی بجلی کڑکنے لگی اور شدید بارش شروع ہوگئی، پہاڑ جتنی سمندری لہر اُٹھی اور کشتی پانی سے بھر گئی اور غرق ہونے کے قریب ہوگئی، یہ دیکھ ملاح چیخا کہ بے موسمی ہوا چلی ہے، ہمارے ساتھ کشتی میں ضرور کوئی گنہگار شخص سوار ہے ہمارے معبود اُس سے ناراض ہیں، اِس کا پتہ لگانے کے لیے ہم قرعہ ڈالیں گے اور جس کے نام قرعہ نکلے وہ خود کو سمندر میں ڈال لے تاکہ ہمارے معبود خوش ہوجائیں اور ہوا تھم جائے چنانچہ قرعہ اَندازی ہوئی تو آپ کا نام نکل آیا پھر دوبارہ قرعہ اَندازی کی گئی تو پھر بھی آپ کے نام کا قرعہ نکلا تیسری دفعہ پھر قرعہ ڈالا گیا تو پھر آپ کا ہی نام نکلا۔ اب آپ کو یقین ہوگیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہی مشیت ہے چنانچہ آپ نے خود کو سمندر میں گرالیا عین اُسی لمحے جب آپ سمندر میں کودے اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوا اور ایک بڑی مچھلی تیزی سے حرکت کرتی ہوئی سمندر کو چیرتی ہوئی آئی اور آپ کو کسی قسم کی تکلیف دیے بغیر نگل گئی، آپ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور مچھلی آپ کو سمندر کی تہہ میں لے گئی، آپ تین اَندھیروں میں قید تھے مچھلی کے پیٹ کا اَندھیرا، سمندر کی گہرائی کا اَندھیرا اور رات کا اَندھیرا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر آپ کی وفات یقینی تھی آپ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اُس سے دُعا میں مشغول تھے۔

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (سُورۃ الانبیاء : ۸۷)

''کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے، تو بے عیب ہے، میں تھا گنہگاروں میں سے۔''

حضرت یونس علیہ السلام کا ایک لمحہ بھی بغیر ذکر و تسبیح کے نہ گزرا، آپ کی تسبیح مچھلی کے پیٹ، سمندر کے پانی اور ساتوں آسمانوں کو چیرتی ہوئی عرشِ رحمٰن تک جا پہنچی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسبیح سنی اور آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا مچھلی کو دوبارہ حکم ہوا کہ سمندر کی پستی سے بلندی پر آئے اور پانی کی سطح کے قریب ہو کر حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کے کنارے اُتار دے، یوں حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ سمندر کے کنارے پہنچ گئے۔ آپ تنہا و کمزور تھے، تپتے سورج کی کرنیں آپ کے بدن

پر پڑ رہی تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے قریب یقطین کا درخت اُگا دیا، آپ اُس کے سایہ میں رہے اور اُس کے پھل کھاتے رہے یہاں تک کہ آپ کی قوت بحال ہوگئی، آپ اللہ تعالیٰ کے اِنعام اور اُس کی رضا پر سجدہ شکر بجا لائے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اب آپ اپنی قوم کے پاس واپس جائیں جن کے اِیمان لانے سے مایوس ہو کر آپ نے وہاں سے کوچ کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے کے لیے آپ اپنی قوم کے پاس واپس لوٹے، اب وہ بتوں کی عبادت کو چھوڑ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اِرشاد فرمایا :

﴿ فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾

(سُورہ یونس : ۹۸)

''سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ اِیمان لاتی پھر کام آتا اُن کو اِیمان لانا، مگر یونس کی قوم، جب وہ اِیمان لائی اُٹھالیا ہم نے اُن پر سے ذلت کا عذاب دُنیا کی زندگانی میں اور فائدہ پہنچایا ہم نے اُن کو ایک وقت تک۔''

وفیات

۱۰ ستمبر کو خواجہ حمزہ صاحب کے والد گرامی جناب خواجہ محمد ریاض صاحب طویل علالت کے بعد وفات پاگئے، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

فقہ حنفی کی عظمت و اہمیت

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

قبل اِس کے کہ میں عنوان سے متعلق کچھ عرض کروں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خود فقہ کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے کہ فقہ کسے کہتے ہیں ؟ اور کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے ؟ جب متعدد فقہیں پائی جاتی ہیں تو اُن سب پر عمل کیوں نہیں کرلیا جاتا ایک ہی فقہ پر عمل کیوں ضروری ہے ؟ پھر اگر ایک ہی فقہ پر عمل ضروری ہے تو اِس کے لیے فقہ حنفی ہی کو کیوں اِختیار کیا جاتا ہے دُوسری کسی فقہ کو کیوں اِختیار نہیں کیا جاتا ؟ وغیرہ وغیرہ۔

سب سے پہلے فقہ کے لغوی و اِصطلاحی معنٰی ذکر کیے جاتے ہیں پھر باقی باتوں کے متعلق عرض کیا جائے گا۔

فقہ کے لغوی معنٰی :

فقہ کے لغوی معنٰی ہیں جاننا، سمجھنا، اِدراک کرنا، تہہ اور حقیقت تک پہنچنا، قرآنِ کریم میں یہ لفظ متعدد مقامات پر اِن معانی کے لیے اِستعمال ہوا ہے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ فَمَالِ ھٰۗؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا ﴾ (سُورۃ النساء : ۷۸)

اِن لوگوں (یعنی منافقین) کو کیا ہو گیا، لگتا نہیں ہے کہ یہ کوئی بات سمجھیں۔

ایک دُوسرے مقام پر قومِ شعیب کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِنہوں نے شعیب علیہ السلام سے کہا :

﴿ یَا شُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ﴾ (سُورۃ الھود :۹۱)

اے شعیب ! تیری اَکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ سکندر ذوالقرنین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

﴿حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۹۳)

یہاں تک کہ سکندر ذوالقرنین جب ایسے مقام پر پہنچے جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو اُن پہاڑوں سے اِس طرف ایسے لوگ پائے جو قریب نہیں تھا کہ کسی ایک بات کو بھی سمجھیں۔

فقہ کے اِصطلاحی معنٰی :

فقہ کے اِصطلاحی معنٰی ہیں :

عِلْمٌ بِالْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ الْفَرْعِیَّةِ مِنْ اَدِلَّتِهَا التَّفْصِیْلِیَّةِ

یعنی شریعت کے فروعی اَحکام کو اُن کے تفصیلی دلائل سے جاننا۔

دیکھئے شریعت نام ہے عقائد اور اَعمال کا، عقائد کو اُصول اور اَعمال کو فروع سے تعبیر کرتے ہیں، پھر جس علم میں عقائدِ شرعیہ سے بحث کی جاتی ہے یا جس علم میں عقائدِ شرعیہ کو جانا جاتا ہے اُسے ''علمِ کلام'' کہتے ہیں اور عقائدِ شرعیہ کا بیان کرنا یہ متکلم کا کام ہوتا ہے اور جس علم میں اَعمال اور مسائلِ دینیہ کو جانا جاتا ہے اُسے ''علمِ فقہ'' کہتے ہیں اور اعمال و مسائل کا بیان کرنا یہ فقیہ کا کام ہوتا ہے۔

بہرحال فقہ نام ہے شریعت کے فروعی اَحکام کو اُن کے تفصیلی دلائل سے جاننے کا۔

تفصیلی دلائل چار ہیں :

(۱) کتابُ اللہ (۲) سنتِ رسول اللہ ﷺ

(۳) اِجماعِ اُمت (۴) قیاسِ شرعی

فقہ کا ہر مسئلہ یا تو ماخوذ ہوگا کتاب اللہ سے یا سنتِ رسول ﷺ سے یا اِجماعِ اُمت سے یا قیاسِ شرعی سے، اِن سے باہر نہیں ہوگا، اِس تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ یہ چاروں چیزیں جہاں

فقہ کے تفصیلی دلائل ہیں وہی یہ فقہ کے مآخذ بھی ہیں، ہر مسئلہ اِن میں سے کسی نہ کسی ایک سے ماخوذ ہوتا ہے، فقہ اِن چاروں کے متوازی یا اِن سے الگ کسی چیز کا نام نہیں ہے جیسا کہ اِس کا پروپیگنڈا بعض حلقوں کی جانب سے کیا جارہا ہے اور نہ ہی فقہ اور کتاب وسنت میں کوئی تضاد ہے جیسا کہ بچارے جاہل اور ناواقف عوام کو زبردستی یہ باور کرایا جارہا ہے۔

فقہ کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟

حضورِ اکرم ﷺ کے دورِ مسعود میں دین جزیرۃ العرب میں محدود تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام خود تعلیم دیا کرتے تھے اور خود مسائل بتایا کرتے تھے، اگر صحابہ کو کوئی نیا مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضور علیہ السلام سے پوچھ لیا کرتے تھے، ہجرت کے گیارہویں سال آپ ﷺ کا وصال ہوگیا آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کا دور شروع ہوا خلفائے راشدینؓ کے دور میں دین عرب سے نکل کر عجم میں پہنچا، وہاں کے لوگوں کو اپنے ماحول اور حالات کے مطابق نئے نئے مسائل پیش آنے لگے اُن کی صحابہ کرامؓ نے رہنمائی فرمائی اور اُن کے مسائل حل کیے، صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص توفیق عطا فرمائی تھی کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس کا حل اُنہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں نہ ملتا تو وہ اپنے اِجتہاد سے اُس مسئلہ کا حل نکال لیتے اور علی العموم وہ حل بالکل صحیح ہوتا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اُس نے سوال کیا کہ ایک صاحب نے ایک عورت سے شادی کی اُس کا مہر مقرر نہیں کیا اور ابھی خلوت کا موقع بھی نہیں آیا کہ وہ صاحب فوت ہوگئے اِس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی اِس مسئلہ میں حضور اکرم ﷺ کا کوئی حکم اور کوئی فیصلہ مجھے معلوم نہیں اِس لیے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، وہ شخص اِصرار کرنے لگا کہ جناب اپنے اِجتہاد سے کوئی حکم بتلادیں آپ نے اُس کے اِصرار پر فرمایا کہ اُس کی بیوی کو مہرِ مثل بھی ملے گا مرنے والے کی میراث بھی ملے گی اور اُس عورت پر عدت بھی لازم ہوگی، جب آپ نے یہ فیصلہ سنایا تو آپ کے ہم نشینوں میں سے حضرت معقل بن یسار[۱] رضی اللہ عنہ بولے اللہ کی

---

[۱] آپ کو معقل بن سنان بھی کہا جاتا ہے۔

قسم ہمارے خاندان کی ایک عورت بَرْوَع بنت واشق کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے بعینہٖ یہی فیصلہ فرمایا تھا، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اِس قدر خوش ہوئے کہ اِس سے پہلے کبھی اِتنے خوش نہیں ہوئے تھے [۱] خوشی اِس بات پر تھی کہ آپ کی زبان سے بعینہٖ ویسا ہی فیصلہ صادر ہوا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

بہر حال جب تک صحابہ کرام دُنیا میں رہے لوگ صحابہ کرام سے اپنے مسائل حل کرواتے رہے، پھر ایک وقت آیا کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب اللہ کو پیارے ہوگئے صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین وتبع تابعین کا دور آیا اور مسائل نئے سے نئے پیدا ہونے لگے جن کا حل صراحتًا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں موجود نہ تھا، اِس صورتِ حال کے پیش نظر اُس زمانے کے ائمہ مجتہدین نے سوچا کہ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اِجماعِ اُمت کے ساتھ ساتھ اِجتہاد کی بھی ضرورت ہے اِس کے بغیر نئے مسائل حل نہیں ہوسکتے [۲] خود اِس صورت میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اِجتہاد کی تائید وتصویب بھی پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

آنحضرت ﷺ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ معاذ جب تمہارے سامنے کوئی کیس آئے گا تو اُس کا فیصلہ کیسے کرو گے ؟ عرض کیا

---

[۱] کتاب الآثار ص ۷۳

[۲] جو لوگ تمام مسائل کا حل کتاب وسنت میں بتاتے ہیں اور اِجماعِ اُمت وقیاسِ شرعی کا اِنکار کرتے ہیں وہ خود فریبی کا شکار ہیں، ناممکن ہے کہ وہ نئے پیش آمدہ مسائل اِجتہاد وقیاس کے بغیر حل کر سکیں، مثال کے طور پر دو چار مسئلے پیش کیے جاتے ہیں، ہمارا مطالبہ ہے کہ منکرین اِجتہاد اِن مسائل کو کتاب وسنت کی نصوص سے حل کریں (۱) اِنٹرنیٹ اور ٹیلیفون پر کیا جانے والا نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ (۲) روزہ میں انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ (۳) روزہ میں اِنہیلر کے اِستعمال نیز حقہ وسگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ (۴) ہوائی جہاز میں نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ (۵) کیسٹس سے آیتِ سجدہ سنی تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ، اِن سب کا جواب کتاب وسنت سے دیا جائے اور کسی سے نہیں۔

اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ ، اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ ؟ اگر کتابُ اللہ میں اِس فیصلہ کے متعلق کوئی بات نہ ملی تو کیا کروگے ؟ عرض کیا فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ؟ اگر سنتِ رسول اللہ میں بھی ایسی کوئی بات نہ ملی تو کیا کروگے ؟ عرض کیا اَجْتَھِدُ رَأْیِیْ وَلَا آلُوْ پھر اپنی رائے سے اِجتہاد کروں گا اور اُس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا، آپ ﷺ نے یہ سن کر آپ کی چھاتی پر دستِ شفقت مارا اور فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ[1] اللہ کا شکر ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد اور نمائندہ کو اُس چیز کی توفیق عطا فرمائی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

اَلبتہ چونکہ اِجتہاد کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے کیونکہ اِجتہاد کی بہت سی شرطیں ہیں جنہیں ہر شخص پورا نہیں کر سکتا اِس لیے اِجتہاد کے اُصول وضوابط وضع ہونے چاہئیں تاکہ اُن کی روشنی میں ہر زمانہ میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا جا سکے چنانچہ اِن مجتہدین نے اُصولِ اِجتہاد وضع کیے اور اُن کے مطابق نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا، اُن ہی حل شدہ مسائل کو ''فقہ'' کہا جاتا ہے۔

پھر اُس زمانے میں ائمہ مجتہدین بہت تھے اور اُن کے ماننے والے بھی بہت اور اُن مجتہدین کی فقہیں بھی بہت لیکن ہوا یوں کہ بہت سے مجتہدین کے اُصولِ اِجتہاد اور اُن کی فقہیں وقتی ثابت ہوئیں جو اُن کی زندگی تک تو باقی رہیں اور اُن پر عمل بھی ہوتا رہا لیکن اُن کی وفات کے بعد اُن کے اُصول اُن کی فقہیں اور اُن کے ماننے والے سب ختم ہوگئے، صرف چار نامور ائمہ مجتہدین ایسے رہ گئے جن کے اُصولِ اِجتہاد اور جن کی فقہیں باقی رہیں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں شہرت دی اور اُنہیں دوام بخشا، وہ چار نامور ائمہ مجتہدین یہ ہیں :

[1] ترمذی و ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ ص ۳۲۴ رقم الحدیث ۳۷۳۷

(۱) اِمامُ الائمہ سراجُ الامة سیّدنا اِمام اعظم اَبوحنیفہ
(۲) اِمام دارُالہجرة اِمام مالک بن اَنس
(۳) اِمام محمد بن اِدریس الشافعی
(۴) اِمام اَحمد بن حنبل

آج دُنیا میں اِن ائمہ مجتہدین کے اُصولِ اِجتہاد اور اِن کی فقہیں باقی ہیں اور دُنیا بھر میں حسب ِمراتب وحسب ِضرورت اِن ہی پر تمام اہلِ سنت والجماعت کا عمل ہے، یہ چاروں فقہیں برحق ہیں اور اِن کے ماننے والے اور اِن پر عمل کرنے والے ناجی ہیں اور اِن ہی کے ماننے والے اہلِ سنت والجماعت کہلاتے ہیں جو مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کا صحیح مصداق ہیں۔

چاروں فقہوں میں سے ایک ہی پر عمل کرنا کیوں ضروری ہے ؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ایک اِعتراض کا جواب دے دیا جائے، بعض لوگ یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ جب چاروں ففھیں برحق ہیں تو اُن میں سے فقط ایک کو عمل کے لیے اَپنانا اور باقیوں کو چھوڑنا کیوں ضروری سمجھا جاتا ہے، حسب ِضرورت چاروں پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا ؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ

☆ اَوَّلًا تو بیک وقت چاروں فقہوں پر عمل ناممکن ہے، کیونکہ اِجتہادی مسائل میں ائمہ مجتہدین کا اُن کے اُصولِ اِجتہاد کی بناء پر اچھا خاصا اِختلاف ہے ایسی صورت میں بیک وقت چاروں فقہوں پر عمل نہیں ہوسکتا مثلاً آپ ایک نماز ہی کو لے لیجیے اُس میں شروع سے آخر تک پچاسیوں اِختلافات ہیں چنانچہ نماز شروع کرتے ہی ہاتھ باندھنے کا مرحلہ آتا ہے اُس میں اِختلاف ہے کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں، حضرت اِمام شافعی کے نزدیک ناف سے متصل اُوپر اور حضرت اِمام اَبوحنیفہ اور اِمام اَحمد کے نزدیک ناف سے متصل نیچے باندھے جائیں، حضرت اِمام مالک کے نزدیک سرے سے ہاتھ باندھے ہی نہیں جاتے وہ ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔

آگے چلیے ثناء کے بارے میں اِختلاف ہے کہ ثناء پڑھی جائے یا نہیں ؟ حضرت اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد قراءت شروع کردی جائے ثناء تعوذ وتسمیہ کی ضرورت نہیں، باقی ائمہ کہتے ہیں کہ ثناء پڑھی جائے گی، پھر اِختلاف پیدا ہوا کہ ثناء میں کیا کلمات پڑھے جائیں ؟ حضرت اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ والی دُعاء پڑھی جائے وہ سنت ہے، حضرت اِمام اَبوحنیفہ اور اِمام اَحمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ والی دُعاء پڑھی جائے وہ سنت ہے۔

اب قراءت شروع ہونی ہے قراءت اگر جہرًا ہونی ہے تو بسم اللہ کے بارے میں ایک اِختلاف تو یہ ہے کہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی یا نہیں ؟ اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ فرض نمازوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی جائے گی، باقی تین ائمہ کے نزدیک فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھی جائے گی اِس موقع پر بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، دُوسرا اِختلاف یہ ہے کہ بسم اللہ سرًا پڑھی جائے گی یا جہرًا ؟ حضرت اِمام شافعیؒ کے نزدیک فاتحہ اور سورت دونوں سے پہلے بسم اللہ جہرًا پڑھنا سنت ہے، حضرت اِمام اعظم اور اِمام اَحمد رحمہما اللہ کے نزدیک فاتحہ سے پہلے بسم اللہ سرًا پڑھنا سنت ہے۔

بسم اللہ کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، سورۂ فاتحہ کے بارے میں اِختلاف ہے کہ سورۂ فاتحہ صرف اِمام پڑھے گا یا مقتدی بھی پڑھیں گے ؟ حضرت اِمام اَبوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قراءت سرًا ہو یا جہرًا فاتحہ صرف اِمام پڑھے گا مقتدی نہیں، باقی تین ائمہ کا کہنا ہے کہ اگر قراءت جہرًا ہے تو پھر تو صرف اِمام پڑھے گا اور اگر سرًا ہے تو اِمام مالکؒ اور اِمام اَحمد رحمہما اللہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی اِجازت دیتے ہیں کہ پڑھ سکتا ہے اور حضرت اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی لازمی طور پر پڑھے گا اِس کے لیے اِس صورت میں فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

اِس کے بعد آمین کہنے کی باری آتی ہے اُس میں ایک اِختلاف تو یہ ہے کہ اِمام آمین کہے گا یا نہیں ؟ حضرت اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اِمام آمین نہیں کہے گا باقی تین ائمہ کا کہنا ہے کہ اِمام بھی آمین کہے گا۔

دُوسرا اِختلاف یہ ہے کہ آمین سرًّا کہنا سنت ہے یا جہرًا اور زور سے کہنا سنت ہے ؟ حضرت اِمام اَبو حنیفہؒ اور اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے، حضرت اِمام شافعی ؒ کا قول یہ ہے کہ اِمام یاددہانی کی غرض سے جہرًا کہے اور مقتدی سرًّا کہیں، اِمام اَحمدؒ کا کہنا ہے کہ اِمام اور مقتدی دونوں کے لیے جہرًا آمین کہنا سنت ہے، آج کل سعودیہ میں اِسی پر عمل ہے۔

رکوع میں جانے کی باری آئی تو اُس میں پھر اِختلاف ہوا کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے یا نہیں ؟ حضرت اِمام اَبو حنیفہؒ اور اِمام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت ہے باقی کسی جگہ سنت نہیں، حضرت اِمام شافعیؒ اور اِمام اَحمدؒ فرماتے ہیں کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرنا بھی سنت ہے۔

بزرگانِ محترم ! یہ فرض نماز کی صرف ایک رکعت کا ذکر ہے اِس میں اِس قدر اِختلافات ہیں آگے جو مزید اِختلاف ہیں وہ تو اِتنے ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے، ایسی صورت میں آپ بتائیے کہ کیا بیک وقت چاروں فقہوں پر عمل ہوسکتا ہے ؟

☆ ثانیًا اگر سب فقہوں پر عمل کی اِجازت دے دی جائے تو اِس صورت میں اِنسان اِتباعِ ھَوَا کا شکار ہوگا نہ کہ شریعت پر عمل پیرا، جبکہ کتاب وسنت میں اِتباعِ ہوا سے منع کیا گیا ہے مثلاً یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ بدن کے کسی حصے سے خون یا پیپ نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں ؟ حضرت اِمام اعظمؒ اور اِمام اَحمدؒ فرماتے ہیں کہ ٹوٹ جائے گا اِمام مالکؒ اور اِمام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ٹوٹے گا، سردیوں کے دِن ہیں سخت سردی پڑ رہی ہے گرم پانی کا کوئی نظم نہیں اَب ایک شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ چونکہ اِمام مالکؒ اور اِمام شافعیؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اِس لیے میں اُن کے مسلک پر عمل کرلیتا ہوں حالانکہ وہ مالکی یا شافعی نہیں ہے۔

اِسی طرح یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے کہ ''مسِ مرأہ'' ناقضِ وضو ہے یا نہیں ؟ اِمامِ اَعظمؒ فرماتے ہیں کہ ناقضِ وضو نہیں ہے، باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ ناقضِ وضو ہے۔ اَب ایسی حالت میں جبکہ شافعی یا مالکی سے مسِ مرأہ ہوتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ چونکہ اِمام اَبو حنیفہؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اِس لیے میں

آج اُن کی فقہ پر عمل کر لیتا ہوں حالانکہ وہ حنفی نہیں ہے تو بتلائیے کہ ایسی صورت میں شریعت پر عمل ہوگا یا طبیعت پر ؟ اِسے اِتباعِ شریعت کہیں گے یا اِتباعِ ہوا ؟

☆ ثالثاً اَز رُوئے عقل بھی ایسا کرنا درست نہیں، کیونکہ علاج ایک ہی معالج کی ہدایات پر عمل پیرا رہنے سے ہوسکتا ہے نہ کہ متعدد معالج کی ہدایات پر عمل کرنے سے۔

ایک ہی فقہ پر عمل ضروری ہے تو کسی بھی فقہ پر عمل کر لیا جائے، فقہ حنفی کی وجہ ترجیح کیا ہے ؟

اب اگر یہ اِعتراض کیا جائے کہ چلیں مان لیتے ہیں کہ ایک ہی فقہ پر عمل ضروری ہے تو یہ تو کسی بھی فقہ پر عمل سے ہوسکتا ہے، آخر فقہ حنفی کی وجہ ترجیح کیا ہے ؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ کسی بھی فقہ کو مان لینا اور اُس پر عمل کر لینا کافی ہے ہم جو فقہ حنفی کو ترجیح دیتے ہیں تو اِس کی بہت سی وجوہات ہیں، ذیل میں چند وجوہات ذکر کی جاتی ہیں :

پہلی وجہ :

فقہ حنفی کی بنیاد جن حضرات کے علم وفہم پر رکھی گئی ہے وہ بہت بڑے بڑے حضرات تھے مثلاً حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علقمہ، حضرت اِبراہیم نخعی، حضرت حماد بن اَبی سلیمان، حضرت اِمام اَبوحنیفہ رضی اللہ عنہم واَرضاہم۔

دُوسری وجہ :

فقہ حنفی شورائی فقہ ہے اور یہ فقہائے کرام کی ایک بڑی جماعت کی مشاورت سے تیار ہوئی ہے، اِمامِ اعظم اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پہلے فقیہ ہیں جنہوں نے فقہی مسائل میں باہمی مشاورت کا باقاعدہ اِہتمام فرمایا۔

تیسری وجہ :

چاروں فقہی مذاہب میں فقہ حنفی ہی وہ مذہب ہے جو ایک طویل مدت تک عالمِ اِسلام کے اکثر خطوں میں سرکاری اور عدالتی مذہب بن کر نافذ رہا اِس لیے اِس فقہ کا عمل کی دُنیا میں جس قدر تجربہ ہوا کسی اور فقہ کا نہیں ہوا۔

چوتھی وجہ :

فقہ حنفی میں بین الاقوامی معاملات پر جتنی تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے اِس قدر بحث کسی اور فقہ میں نہیں کی گئی چنانچہ اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی'' السیرُ الکبیر ''اور اِمام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی ''شرحُ السیر الکبیر '' سے اِس کا بخوبی اَندازہ کیا جا سکتا ہے۔

پانچویں وجہ :

فقہ حنفی میں ہر دَور کی ضروریات اور جدید ترقیات کے ساتھ چلنے کی پوری پوری صلاحیت موجود ہے۔

چھٹی وجہ :

فقہ حنفی دُوسری فقہوں کی بہ نسبت آسان اور نرم ہے عبادات میں بھی اور حدود و قصاص میں بھی، اِس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرماتے چلیں، اکثر فقہاء نے نجاست کو مطلقاً نماز کے منافی قرار دیا اور اَدنیٰ درجہ کی نجاست کو بھی قابلِ عفو نہیں مانا جبکہ اِمام اعظمؒ نے اَوّلاً تو نجاست کی دو قسمیں کیں: (۱) غلیظہ (۲) خفیفہ، پھر فرمایا کہ نجاستِ غلیظہ ایک درہم سے کم کم معاف ہے اگر اِتنی نجاست کپڑے یا بدن پر لگی رہ جائے اور نماز پڑھ لے تو ہو جائے گی ،اور نجاستِ خفیفہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی رہے تو معاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ اِمام مالک اِمام شافعی اِمام اَحمد رحمہم اللہ کے نزدیک مس مرأہ ناقضِ وضو ہے جبکہ اِمام اَبو حنیفہؒ کے نزدیک ناقضِ وضو نہیں، جو لوگ طواف کر رہے ہوتے ہیں اُن سے اِس مسئلہ کے اہمیت کے متعلق معلوم کر لیجیے، سب کو پتہ ہے کہ طواف مشترکہ ہوتا ہے، مرد و زن سب اکٹھے طواف کرتے ہیں اور طواف کے لیے وضو ضروری ہے وہاں ناممکن ہے کہ مسِ مرأہ نہ ہو، اب فقہ حنفی پر عمل پیرا لوگوں کے لیے تو آسانی ہے کہ اُن کے اِمام کے نزدیک عورت کے ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اِس کے برعکس دُوسری فقہ والوں کے لیے سخت دُشواری ہے کہ یا تو اپنی فقہ پر عمل چھوڑ دیں یا پھر وضو کرتے رہیں۔

اِمام شافعیؒ اور اِمام اَحمدؒ کے نزدیک شرمگاہ کو ہاتھ لگنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اِمام اَعظمؒ اور اِمام مالکؒ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا، اِس مسئلہ کی سنگینی پر بھی غور کر لیا جائے۔

زکوة کی اَدائیگی کے لیے فقہ شافعی میں طے ہے کہ قرآنِ کریم میں ذکر کردہ مصارفِ زکوة کی آٹھ قسموں میں سے ہر قسم کے تین تین اَفراد کو زکوة دی جائے گی تو اَدا ہوگی ورنہ نہیں، گویا کہ زکوة کی اَدائیگی کے لیے ضروری ہوگا کہ کم اَز کم ۲۴ یا ۲۱ اَفراد تلاش کیے جائیں جنہیں زکوة دی جا سکے جبکہ فقہ حنفی کے مطابق اگر کسی بھی قسم کے ایک فرد کو بھی زکوة دے دی تو زکوة اَدا ہو جائے گی۔ اِمام اعظمؒ کے نزدیک نابالغ بچے کے مال میں اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو زکوة فرض نہیں جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔

فقہ شافعی کے مطابق چور جب تک چوری کرتا رہے گا اُس کے ہاتھ پیر کٹتے رہیں گے حتی کہ اگر چوتھی بار چوری کی تو اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹ جائیں گے، فقہ حنفی میں ایسا حکم نہیں دیا گیا، فقہ حنفی میں نابالغ چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جبکہ فقہ مالکیہ میں نابالغ چور کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا، فقہ حنفی میں میاں بیوی میں سے کوئی ایک دُوسرے کی چوری کرے تو اُس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جبکہ فقہ مالکیہ میں کاٹا جائے گا۔

قصاص میں مماثلت ضروری ہے یا نہیں ؟ یعنی قاتل نے جس طرح قتل کیا ہے قاتل سے بھی قصاص اُسی طرح لیا جائے گا یا صرف تلوار سے گردن اُڑائی جائے گی۔ اِمام شافعیؒ قصاص میں مماثلت کے قائل ہیں، اِمام اعظم اَبو حنیفہؒ کے نزدیک قصاص بہرحال تلوار سے لیا جائے گا زخموں میں مماثلت نہیں ہوگی۔

اِن کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو فقہ حنفی کو دیگر فقہوں پر ممتاز کرتی ہیں اور سب کو چھوڑ کر اِس کے اِختیار کرنے اور اَپنانے کی معقول وجہ بنتی ہیں۔

فقہ حنفی کی عظمت و قبولیت :

فقہ حنفی کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت و عظمت عطا فرمائی ہے جو کم کسی کو نصیب ہوئی ہے، حضرت

اِمام اَعظم اَبو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر بزرگ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''شَیآنِ مَاظَنَنْتُ اَنَّھُمَا یُجَاوِزَانِ قَنْطَرَۃَ الْکُوْفَۃِ وَقَدْ بَلَغَ الْاٰفَاقَ، قِرَاءَ ۃُ حَمْزَۃَ وَرَأْیُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ '' (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۴۷)

دو چیزوں کے بارے میں میرا یہ خیال بھی نہ تھا کہ وہ کوفہ کے پُل سے بھی تجاوز کرسکیں گی، مگر وہ تو دُنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئیں، ایک حمزہ کوفیؒ کی قراء ت دُوسری اِمام اَبو حنیفہؒ کی فقہ ورائے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب ''ریاض المُرتاض و غیاض الاریاض''ص ۳۱۶ پر سدِّ سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

'' کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ واثق باللہ (خلیفہ عباسی) نے چاہا کہ سدِّ سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اُس نے اِس کے تفحص کے لیے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامانِ رسد دے کر روانہ کیا، یہ لوگ بلادِ آرمینیہ، سامرہ، ترخان وغیرہ سے گزر کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں سے سخت بدبو نکلتی تھی، پھر دو روز مزید چل کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں اِن کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اُس میں تھے مگر آس پاس آبادکاری کے نشانات نہ تھے، ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعے پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اُس کی گھاٹیوں میں سدِّ یاجوج ماجوج تھی اگرچہ اُس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے، سد مذکور کے محافظ جو ایک جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور اُن کا مذہب حنفی تھا زبان عربی وفارسی بولتے تھے۔''[1]

---

[1] اَنوار الباری ج۱ ص ۱۶۷ طبع اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان

فقہ حنفی کی عظمت کا اَندازہ اِس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے محدثین، فقہاء اور اَولیاءاللہ نے اِس فقہ کو حق جانا اور اِس سے وابستہ رہے۔

ماضی قریب کے ایک بزرگ اِمام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ اَحمد سرہندی رحمہ اللہ جو حنفی مسلک پر کاربند تھے اپنی کتاب ''مبدأ و معاد'' ص ۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں :

بریں فقیر ظاہر ساختہ اَند کہ دَر خلافیاتِ کلام حق بجانب حنفی است، و در خلافیاتِ فقہی در اکثر مسائل حق بجانب حنفی، و دَر اَقل متردد۔

اِس فقیر پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت منکشف فرمائی ہے کہ علمِ کلام کے (تمام) اِختلافی مسائل میں حق مسلکِ اَحناف (یعنی ماتریدیہ) کی طرف ہے اور فقہ کے اکثر مختلف فیہ مسائل میں حق بجانب اَحناف ہے اور بہت کم مسائل میں تردّد ہے (کہ حق کس جانب ہے)۔

مُسْنِدُ الْہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو خود بھی فقہ حنفی پر کاربند تھے وہ اپنی مشہور کتاب ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں :

عَرَّفَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنَّ فِی الْمَذْھَبِ الْحَنَفِیِّ طَرِیْقَۃً اَنِیْقَۃً ھِیَ اَوْفَقُ الطُّرُقِ بِالسُّنَّۃِ الْمَعْرُوْفَۃِ الَّتِیْ جُمِعَتْ وَنُقِّحَتْ فِیْ زَمَانِ الْبُخَارِیِّ وَاَصْحَابِہٖ.

آنحضرت ﷺ نے مجھے (کشف کی حالت میں) بتلایا کہ مذہبِ حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دُوسرے طریقوں کی بہ نسبت اُس سنتِ مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح اِمام بخاریؒ اور اُن کے اَصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔

فقہ حنفی کی قبولیت اور عظمت کا اَندازہ اِس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ہر دَور میں مسلمانوں کی غالب اَکثریت اِس پر عمل پیرا رہی، اِبنِ خلدون، مقدسی، مقریزی، احمد تیمور پاشا وغیرہ کی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ اِس وقت پوری دُنیا میں مسلمانوں کی جو تعداد ہے

اُس کا دوتہائی حصہ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہے چنانچہ معراج محمد بارق لکھتے ہیں :

''رُوئے زمین پر آجکل تقریبًا ایک اَرب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ماہرین کے اَندازہ کے مطابق حنفی مذہب کے پیروکار تمام مسلمانوں کا دوتہائی ہیں، اِس لحاظ سے آجکل پوری دُنیا میں حنفی مسلمانوں کی تعداد تقریبًا ساڑھے چھیاسی کروڑ ہے۔'' [1]

موصوف ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں :

''مختصرًا یہ کہ آجکل (پندرھویں صدی ہجری کے آغاز میں) حنفی مذہب کے پیرو اَفغانستان، پاکستان، ہندوستان (بھارت)، بنگلہ دیش، عراق، ترکی، شام، مشرقی ترکستان، مغربی ترکستان (ترکمانستان، تاجکستان، اور اُزبکستان، قازقستان، وغیرہ) بوسنیا، البانیہ، وبلقان میں اکثریت میں پائے جاتے ہیں۔ اِیران، اِنڈونیشیا، عدن، برازیل، برما، سری لنکا، ملائیشیا، تھائی لینڈ، سعودی عرب و دیگر ممالک میں اَقلیت میں ہیں، ایک اَندازہ کے مطابق اَحناف دُنیا کے کل مسلمانوں کا دوتہائی ہیں، اِس لحاظ سے اِن کی تعداد آج کل پوری دُنیا میں تقریبًا ساڑھے چھیاسی کروڑ ہے۔'' [2]

ناچیز نے یہ کچھ باتیں فقہ حنفی کی عظمت واہمیت کے متعلق عرض کی ہیں جن کی حیثیت ایک طالبِ علمانہ کاوِش سے کچھ زیادہ نہیں ہے، اِس موضوع پر اگر کوئی صاحبِ بصیرت عالم لکھتے تو بات کچھ اور ہوتی، اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اِن باتوں کے سمجھنے اور اِن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

---

[1] حاشیہ فقہی مذاہبِ اَربعہ کا فروغ ص ۱۳۱ ۔ [2] حاشیہ فقہی مذاہبِ اَربعہ کا فروغ ص ۸۵

محرم الحرام کی فضیلت

اور

منکراتِ مروجہ کی مذمت

﴿ حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالکریم صاحب گمتھلوی ؒ ﴾

اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اِس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے)۔(مسلم شریف)

اور جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا اِس لیے آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا : ''یہ کیا دِن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو ؟ اُنہوں نے کہا یہ بڑا دِن ہے اِس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اُس کی قوم غرق ہوئی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اِس کا روزہ بطورِ شکر کے رکھا تو ہم بھی اِس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہم زیادہ حقدار ہیں موسیٰ علیہ السلام کے تم سے پھر حضور ﷺ نے اِس کا روزہ رکھا اور (دُوسروں کو) اِس کے روزہ کا حکم دیا (متفق علیہ)

نیز اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں اُمید رکھتا ہوں حق تعالیٰ سے کہ عاشورا کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے اُس سال کا (یعنی اُس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اِس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔(مسلم شریف)

اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسولِ خدا ﷺ نے روزہ رکھا اور اُس کے روزہ کا حکم دیا تو اُنہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دِن ہے جس کو یہود اور نصاریٰ معظم سمجھتے ہیں تو

آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو نو تاریخ کو (بھی) ضرور روزہ رکھوں گا۔ (مسلم شریف) اور اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ روزہ رکھو تم عاشورہ کا اور مخالفت کرو اِس میں یہود کی اور (وہ اِس طرح کہ) روزہ رکھو اِس سے ایک دِن پہلے کا یا ایک دِن بعد کا (غرض تنہا عاشورہ کا روزہ نہ رکھو، اِس سے ایک دِن پہلے کا یا بعد کا ملا لینا چاہیے)

اور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطورِ فرضیت) رکھا جاتا تھا، پس جب رمضان (کے روزوں کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورا کا روزہ) رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔ (جمع الفوائد عن الستة الا النسائی)

اِرشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل وعیال پر خرچ میں عاشورہ کے دِن، فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس پر (رِزق میں) تمام سال۔ (رزین و بیہقی و فی المرقاۃ قَالَ الْعِرَاقِیُّ لَہٗ طُرُقٌ بَعْضُھَا صَحِیْحٌ وَبَعْضُھَا عَلٰی شَرْطِ مُسْلِمٍ) پس یہ دو باتیں تو کرنے کی ہیں: ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے، دُوسرے مصارف میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے، اِس کے علاوہ اور سب باتیں جو اِس دِن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اِس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضراتِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور اُن کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے چلاتے بھی ہیں اور بعض لوگ تو تعزیہ اور عَلَم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اور اُن کے ساتھ شرک وکفر کا معاملہ کرتے ہیں، یہ سب باتیں واجب الترک ہیں، شریعت میں اِس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ اِن سب اُمور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

تنبیہ :

بعض لوگ اِس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر ذکرِ شہادت وغیرہ سناتے ہیں، اِس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہو جاتے ہیں اور بعض اہلِ علم بھی اِس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں، درحقیقت یہ بھی ماتم ہے گو مہذب طریقہ سے ہے کہ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح نہیں کوٹتے لیکن

حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

اور اِرشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرّہ کے برابر نیکی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ کے برابر بُرائی کی وہ اُس کو دیکھ لے گا۔

چونکہ حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اِصلاح الرسوم'' میں منکراتِ مروجہ کی نہایت عمدہ طریق پر تفصیل کے ساتھ اِصلاح فرمائی ہے، اِس واسطے اِصلاح الرسوم باب سوم کی فصل سوم سے عشرۂ محرم کی رسومِ قبیحہ کا بیان لکھا جاتا ہے۔ یہ رسوم دو قسم کی ہیں : ایک وہ جو فی نفسہ حرام ہیں، دُوسری وہ جو فی نفسہٖ مباح تھیں مگر فسادِ عقیدہ کے سبب حرام ہوگئیں، دونوں کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے۔

قسم اَوّل کے منکرات :

(۱) تعزیہ بنانا : اِس کی وجہ سے طرح طرح کا فسق و شرک صادِر ہوتا ہے۔ بعض جہلاء کا اِعتقاد ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ اِس میں حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ رونق اَفروز ہیں اور اِس وجہ سے اُس کے آگے نذر و نیاز رکھتے ہیں جس کا ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہوکر کھانا حرام ہے، اُس کے آگے دست بستہ تعظیم سے کھڑے ہوتے ہیں، اُس کی طرف پشت نہیں کرتے، اُس پر عرضیاں لٹکاتے ہیں، اُس کے دیکھنے کو زیارت کہتے ہیں اور اِس قسم کے واہی تباہی معاملات کرتے ہیں جو صریح شرک ہیں، اِن معاملات کے اِعتبار سے تعزیہ اِس آیت کے مضمون میں داخل ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ یعنی کیا ایسی چیز کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ یا تو اُس کی بے حد تعظیم و تکریم ہو رہی تھی اور یا دفعۃً اُس کو جنگل میں لے جاکر توڑ پھوڑ برابر کیا۔ معلوم نہیں آج وہ ایسا بے قدر کیوں ہوگیا، واقعی جو اَمر خلافِ شرع ہوتا ہے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتا ہے۔

بعضے نادان یوں کہتے ہیں کہ صاحب اِس کو حضرت اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نسبت ہوگئی اور اُن کا نام لگ گیا اِس لیے تعظیم کے قابل ہوگیا۔ جواب اِس کا یہ ہے کہ نسبت کی تعظیم ہونے میں

کوئی کلام نہیں مگر جبکہ نسبت واقعی ہو مثلاً حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا کوئی لباس ہو یا اور کوئی اُن کا تبرک ہو ہمارے نزدیک بھی وہ قابلِ تعظیم ہیں اور جو نسبت اپنی طرف سے تراشی ہوئی ہو وہ ہرگز اَسبابِ تعظیم سے نہیں ورنہ کل کو کوئی خود اِمام حسین رضی اللہ عنہ ہونے کا دعوٰی کرنے لگے تو چاہیے کہ اُس کو اور زیادہ تعظیم کرنے لگو حالانکہ بالیقین اُس کو گستاخ و بے ادب قرار دے کر اُس کی سخت توہین کے درپے ہو جاؤ گے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نسبتِ کاذبہ سے وہ شے معظم نہیں ہوئی بلکہ اِس کذب کی وجہ سے زیادہ اہانت کے قابل ہوتی ہے۔ اِس بناء پر اِنصاف کر لو کہ تعزیہ تعظیم کے قابل ہے یا اِہانت کے۔

(۲) معازِف و مزامیر کا بجانا : اِس کی حرمت حدیث میں صاف صاف مذکور ہے اور باب اَوّل میں وہ اَحادیث لکھی گئی ہیں اور قطع نظر خلافِ شرع ہونے کے عقل کے بھی تو خلاف ہے۔ معازف و مزامیر تو سامانِ سرور ہیں، سامانِ غم میں اِس کے کیا معنٰی ؟ یہ تو در پردہ خوشی منانا ہے۔ ع

برچنیں دعوائے اُلفت آفریں

(۳) مجمع فساق و فجار کا جمع ہونا : اِس میں وہ فحش واقعات ہوتے ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں۔

(۴) نوحہ کرنا : اِس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اَبو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لعنت فرمائی ہے رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والے اور اُس کی طرف کان لگانے والے کو۔ (اَبوداؤد شریف)

(۵) مرثیہ پڑھنا : اِس کی نسبت حدیث میں صاف ممانعت آئی ہے۔ اِبن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں سے منع فرمایا ہے۔

(۶) اکثر موضوع روایت پڑھنا : اِس کی نسبت اَحادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

(۷) اِن اَیام میں قصداً زینت ترک کرنا : جس کو ''سوگ'' کہتے ہیں اور حکم اِس کا شریعت میں یہ ہے کہ عورت کو صرف خاوند پر چار ماہ دس دِن یا وضع حمل تک واجب ہے اور دُوسرے عزیزوں کے مرنے پر تین دِن جائز ہے باقی حرام، سو اَب تیرہ سو سال کے بعد یہ عمل کرنا بلا شک حرام ہے۔

(۸) کسی خاص لباس یا کسی خاص رنگ میں اِظہارِ غم کرنا : اِبن ماجہ میں حضرت عمران

بن حصین ؓ سے ایک قصہ میں منقول ہے کہ ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ غم میں چادر اُتار کر صرف کُرتہ پہنے ہیں یہ وہاں غم کی اِصطلاح تھی۔آپ ﷺ نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کیا جاہلیت کے کام کرتے ہو یا جاہلیت کی رسم کی مشابہت کرتے ہو ؟ میرا تو یہ اِرادہ ہو گیا تھا کہ تم پر ایسی بددُعا کروں کہ تمہاری صورتیں مسخ ہو جاویں، پس فوراً اُن لوگوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر کبھی ایسا نہیں کیا۔اِس سے ثابت ہوا کہ کوئی خاص وضع و ہیئت اِظہارِ غم کے لیے بنانا حرام ہے۔

(۹) بعض لوگ اپنے بچوں کو اِمام حسین رضی اللہ عنہ کا فقیر بناتے ہیں اور اُن سے بعضے بھیک بھی منگواتے ہیں، اِس میں اِعتقادی فساد تو یہ ہے کہ اِس عمل کو اِس کی طویل حیات میں مؤثر جانتے ہیں یہ صریح شرک ہے اور بھیک مانگنا بلا اِضطرار حرام ہے۔

(۱۰) حضراتِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اِہانت بر سر بازار کرتے ہیں، اگر اَیام غدر کے واقعات جس میں کسی خاندان کی عورتوں کا ہتک ہوا ہو اِس طرح علی الاعلان گائے جاویں، اُس خاندان کے مردوں کو کس قدر غیض و غضب آئے گا، پھر سخت اَفسوس ہے کہ حضراتِ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات اعلان کرنے میں غیرت بھی نہ آئے۔

اور اِس طرح کے بہت سے اُمورِ قبیحہ ہیں جو اِن دِنوں میں کیے جاتے ہیں اُن کا اِختیار کرنا اور ایسے مجمع میں جانا سب حرام ہے اَور یہی تمام تر فضیحتیں پھر چہلم کو دُہرائی جاتی ہیں۔

قسم دوم کے منکرات :

(۱) کھچڑا یا اَور کچھ کھانا پکانا اَحباب یا مساکین کو دینا اور اِس کا ثواب اِمام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دینا، اِس کی اصل وہی حدیث ہے کہ جو شخص اِس دن میں اپنے عیال پر وسعت دے، اللہ تعالیٰ سال بھر تک اُس پر وسعت فرماتے ہیں۔وسعت کی یہ بھی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ بہت سے کھانے پکائے جاویں خواہ جدا جدا یا ملا کر کھچڑا میں کئی جنس مختلف ہوتی ہیں اِس لیے وہ اِس وسعت میں داخل ہو سکتا تھا چنانچہ دُرمختار میں ہے وَلَا بَأْسَ بِالْمُعْتَادِ خَلَطًا وَّیُوَجِّهُ جب اہل و عیال کو دیا کچھ غریب

غرباء کو بھی دے دیا۔ حضرت اِمامین (حضرت اِمام حسنؓ وحضرت اِمام حسینؓ) کو بھی ثواب بخش دیا مگر چونکہ لوگوں نے اِس میں طرح طرح کی رسوم کی پابندی کرلی ہے گویا خود اِس کو ایک تہوار قرار دے دیا ہے اِس لیے رسم کے طور پر کرنے سے ممانعت کی جائے گی، بلا پابندی اگر اِس روز کچھ فراخی خرچ میں کھانے پینے میں کردے تو مضائقہ نہیں۔

(۲) شربت پلانا : یہ بھی اپنی ذات میں مباح تھا کیونکہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیا حرج تھا ؟ مگر وہی رسم کی پابندی اِس میں بھی ہے اور اِس کے علاوہ اِس میں اہلِ رِفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اِس لیے یہ بھی قابلِ ترک ہے۔ تیسرے اِس میں ایک مضمر خرابی یہ ہے کہ شربت اِس مناسبت سے تجویز کیا گیا ہے کہ حضراتِ شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے اور شربت مسکن عطش (پیاس بجھانے والا) ہے اِس لیے اِس کو تجویز کیا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے عقیدہ میں شربت پہنچتا ہے جس کا باطل اور خلافِ قرآن مجید ہونا فصل دوم میں مذکور ہو چکا ہے اور اگر پلانے کا ثواب پہنچتا ہے تو ثواب سب یکساں ہے، کیا صرف شربت دینے کو ثواب میں تسکینِ عطش کا خاصہ ہے، پھر یہ بھی اِس سے لازم آتا ہے کہ اُن کے زعم میں اب تک شہدائے کربلا نعوذ باللہ پیاسے ہیں یہ کس قدر بے اَدبی ہے۔ اِن مفاسد کی وجہ سے اِس سے بھی اِحتیاط لازم ہے۔

(۳) شہادت کا قصہ بیان کرنا : یہ بھی فی نفسہٖ چند روایات کا ذکر کردینا ہے۔ اگر صحیح ہوں تو روایات کا بیان کردینا فی ذاتہٖ جائز تھا مگر اِس میں یہ خرابیاں عارض ہوگئیں :

(الف) مقصود اِس بیان سے ہیجان اور جلب غم اور گریہ وزاری کا ہوتا ہے، اِس میں صریح مقابلہ شریعتِ مطہرہ ہے کیونکہ شریعت میں ترغیبِ صبر مقصود ہے اور تعزیت سے یہی مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مزاحمت شریعت کی سخت معصیت اور حرام ہے، اِس لیے گریہ وزاری کو بھی قصدًا یاد کر کے لانا جائز نہیں اَلبتہ غلبۂ غم سے اگر آنسو آجائیں تو اِس میں گناہ نہیں۔

(ب) لوگوں کو اِسی لیے بلایا جاتا ہے اور ایسے اُمور کے لیے تداعی واہتمام خود ممنوع ہے۔

(ج) اِس میں مشابہت اہل رِفض کے ساتھ بھی ہے، اِس لیے ایسی مجلس کا منعقد کرنا اور اُس میں شرکت کرنا سب ممنوع ہے چنانچہ مطالب المؤمنین میں صاف منع لکھا ہے اور قواعدِ شرعیہ بھی اِس کے مشاہد ہیں اور یہ تو اُس مجلس کا ذکر ہے جس میں کوئی مضمون خلاف نہ ہو اور نہ وہاں نوحہ و ماتم ہو اور جس میں مضامین بھی غلط ہوں یا بزرگوں کی توہین ہو یا نوحۂ حرام ہو جیسا کہ غالب اِس وقت میں ایسا ہی ہے تو اُس کا ''حرام'' ہونا ظاہر ہے اور اِس سے بدتر خود شیعہ کی مجالس میں جا کر شریک ہونا بیان سننے کے لیے یا ایک پیالہ فرینی اور دو نان کے لیے۔

'' اِصلاح الرسوم '' کا مضمون ختم ہوا۔ اَب '' زَوَالُ السِّنَةِ '' سے بعض رسومِ قبیحہ کی مذمت نقل کی جاتی ہے :

(۱) بعض لوگ اُس بچے کو منحوس سمجھتے ہیں جو محرم میں پیدا ہو، یہ بھی غلط عقیدہ ہے۔

(۲) بعض لوگ اِن اَیام میں شادی کو برا سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ بھی باطل ہے۔

(۳) بعض جگہ اِن ایام میں گُلکہ، دَھنیا، مصالح تقسیم کرتے ہیں، یہ بھی واجب الترک ہے۔

(۴) بعض شہروں میں اِس تاریخ کو روٹیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور اُن کی تقسیم کا یہ طریقہ نکالا ہے کہ چھتوں کے اُوپر کھڑے ہو کر پھینکتے ہیں جس سے کچھ تو لوگوں کے ہاتھ میں آتی ہیں اور اَکثر زمین پر گر کر پَیروں میں روندی جاتی ہیں جس سے رزق کی بے اَدبی اور گناہ ہونا ظاہر ہے۔ حدیث شریف میں اِکرامِ رزق کا حکم اور اُس کی بے اِحترامی سے وبال سلبِ رزق آیا ہے، خدا سے ڈرو اور رِزق برباد مت کرو (اور بے اَدبی کے علاوہ بدعت اور ریا وغیرہ کا گناہ بھی اِس رسم میں موجود ہے)۔

(ماخوذ اَز : بارہ مہینوں کے فضائل واَحکام)

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

تین قسم کے لوگ جن سے اللہ تعالیٰ کو سخت نفرت ہے :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قَالَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ ثَلٰثَةٌ مُلْحِدٌ فِی الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وَمُطَّلِبٌ دَمَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِغَیْرِ حَقٍّ لِیُھْرِیْقَ دَمَهٗ.[1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت ترین نفرت ہے: (۱) حرم میں بیٹھ کر اِلحاد اور کجروی پھیلانے والے (۲) اِسلام میں زمانۂ جاہلیت کے طریقے ڈھونڈنے والے (۳) کسی مسلمان کے خونِ ناحق کے طلبگار تاکہ اُس کی خونریزی کریں۔''

ف : اِس حدیث پاک میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین قسم کے لوگوں سے سخت قسم کی نفرت ہے۔

پہلا وہ شخص جسے اللہ نے اپنے گھر آنے کی سعادت بخشی، اِسے چاہیے تو یہ تھا کہ اِس پر اللہ کا شکر اَدا کرتا اور وہاں رہ کر طاعت وعبادت اور دین کی خدمت ومحنت میں لگتا مگر یہ اِس کے بجائے حرم میں بیٹھ کر اِلحاد و کجروی اِختیار کرتا ہے، دین کی خدمت ومحنت تو کیا کرتا دین کو سبوتاژ کرتا ہے اور وہ کام کرتا ہے جو دین اور شریعت کے سراسر خلاف ہیں۔

اِس حدیث پاک کو آج کل کے اُن مدعیانِ عمل بالحدیث کو بھی سامنے رکھنا چاہیے جو حرمین میں بیٹھ کر ائمہ مجتہدین خاص کر اِمام اعظم اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُرا کہہ رہے ہیں، صوفیاءِ کرام پر کیچڑ

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶ باب من طلب دم امری بغیر حق مشکوٰۃ ص ۲۷

اُچھال رہے ہیں، اَکابر اَولیاء اللہ کو مشرک اور بے دین قرار دے رہے ہیں، اپنے مزعومات اور خود ساختہ اَفکار ونظریات کو دین بنا کر زبردستی لوگوں پر ٹھونس رہے ہیں، عوام الناس کو فقہ وفقہاء، تصوف اور صوفیاء سے نفرت دِلا رہے ہیں۔

دُوسرا وہ شخص جسے اللہ نے اِیمان واِسلام کی دولت سے نوازا، اِسے چاہیے تو یہ تھا کہ اِسلامی اَحکام کو اَپناتا اور اِتباعِ شریعت کرتا لیکن یہ اِس کے بجائے زمانۂ جاہلیت کے طور وطریقوں اور غیر اِسلامی رسم ورواج کو اَپناتا ہے۔

تیسرا وہ شخص ہے جو کسی مسلمان کا ناحق خون بہانے کا طلبگار ہو۔ حدیث پاک کے اِس جملہ میں اُن لوگوں کو سخت قسم کی تنبیہ کی گئی ہے جو کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتے ہیں اِس لیے کہ اِس حدیث میں کسی مسلمان کی خونریزی کی محض طلب اور خواہش رکھنے والے کے بارے میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ کو اِس سے سخت نفرت ہے حالانکہ اِس نے قتل کیا نہیں تو جو شخص قتل بھی کر دے اُس کا کیا اَنجام ہوگا، اُس سے اللہ کتنے سخت ناراض ہوں گے۔

بقیہ : اِسلام کیا ہے ؟

حضور علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہا کرے۔

ایک حدیثِ قدسی میں ہے جو حضرت اَبو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کا اِرشاد ہے بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اُس کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

سَحبَانُ الھند مفسرُ القرآن

حضرت مولانا اَحمد سعید صاحب دہلوی قدس سرہ

﴿ مولانا قاری تنویر اَحمد صاحب شریفی، ناظم مجلس یادگار شیخ الاسلامؒ پاکستان کراچی ﴾

راقم نے تفسیر کشف الرحمٰن کے شروع میں حضرت سَحبَانُ الھندؒ کے کچھ حالات لکھے ہیں اُن ہی میں مزید اِضافہ کر کے یہ مقالہ تیار کیا ہے جو غیر مطبوع ہے، قارئین کی نذر ہے۔ (شریفی)

دِلی مرحوم کی خوبیاں :

دِلی میں عجیب عجیب باکمال ہستیاں پیدا ہوئیں، کچھ وہیں کی خاک سے کچھ اِدھر اُدھر کے جو دِلی مرحوم کی وجہ سے روشن ستارے بن گئے، دِلی اپنے اَندر بے پناہ جوہر رکھتی تھی اِس شہر کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ یہ جوہرِ قابل کو صیقل کر کے اُبھارنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب واصف دہلویؒ (جامع کفایت المفتی) تحریر فرماتے ہیں :

''کہاں تک نام شمار کرو گے ؟ سو برس کی تاریخ کو جتنا کھنگالو گے لعل واَلماس ہی نکلیں گے اور اِس کی خاک کو جتنا رول کر دیکھو گے موتی ہی موتی نظر آئیں گے، دِلی کی خاک نے جہاں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ جیسے علماء، مولانا اِسماعیل شہیدؒ جیسے مجاہد، غالبؒ وداغؒ جیسے شاعر، نواب ضیاء الدین اَحمدؒ جیسے مؤرخ ونسّاب، حکیم اجمل خانؒ جیسے طبیب، منشی ذکاء اللہؒ جیسے ماہر ریاضی، سر سیّد اَحمد خاں جیسے مدبر، اِیثار پیشہ، مفتی صدر الدین خاں صاحبؒ جیسے مفتی، شاہ محمد اِسحاق صاحبؒ جیسے

محدث پیدا کیے، وہاں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید اَحمد گنگوہیؒ ، خواجہ اَلطاف حسین حالیؒ، ڈپٹی نذیر اَحمدؒ وغیرہ جیسے جوہرِ قابل کو صیقل دے کر چمکایا۔ مولانا محمد علی جوہرؒ، ڈاکٹر مختار اَحمد اَنصاریؒ، مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ جیسے اَکابر ملت کو اپنی آنکھوں کا تارا بنایا جوہر شناسی اور قدر اَفزائی بھی اِس اُجڑی ہوئی دِلی کا خاصہ ہے۔..................زمانۂ حاضرہ پر جب ہم نگاہ ڈال کر تجسس کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دِلی کی اِن مجاہد ہستیوں میں سے جنہوں نے اپنی ذاتی محنت و کاوِش سے ایک عظیم الشان کردار پیدا کیا اور دِلی کی تہذیبی و معاشرتی خصوصیات کو قائم رکھا، مولانا اَحمد سعیدؒ کی ہستی اُس کا ایک آخری نمونہ تھی۔''

(مفتی اعظم کی یاد ص ۳۴۰، ۳۴۱ مطبوعہ کراچی)

آنے والی سطور میں ایک ایسی ہی ہستی کا ذکر ہے جس نے دِلی کی علمی روایات اور تہذیب کو چار چاند لگائے اور خود بھی اُسی کی ایک یادگار بن گئے، اَب دِلی کا تذکرہ اور اُن کی یاد لازم وملزوم ہوگئی اور اُن کی یاد کے ساتھ دِلی کی علمی ومجلسی روایات اور آداب وتہذیب کی بیسیوں یادیں وابستہ ہوگئیں۔

پیدائش وخاندان :

سَحبَان الھند حضرت مولانا اَحمد سعید صاحب دہلویؒ ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ/ دسمبر ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد جناب حافظ نواب مرزا مرحوم ''مسجد زینت المساجد'' میں اِمام اور مدرس تھے آپ کے دادا حضور خواجہ نواب علی مرحوم دِلی شہر کے مشہور صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، اِن کے بزرگوں کو مشہور مغل بادشاہ جلال الدین اکبر نے عرب سے کشمیر بلایا تھا، شاہجہان کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرہ آگیا اور ایک عرصہ وہاں گزار کر یہ خاندان دِلی منتقل ہوگیا، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے پہلے تک یہ خاندان کشمیری کٹرہ میں سکونت پذیر تھا آپ کے آباؤ اَجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی اور ''خواجۂ زادۂ مغل'' کا خطاب عطا ہوا تھا۔

اِبتدائی تعلیم :

حضرت سَحبَان الھندؒ نے اِبتدائی تعلیم مولانا عبدالمجید مصطفٰی آبادی مرحوم سے حاصل کی اور تکمیل حفظِ قرآن کی دستار بندی مدرسۂ حسینیہ ٹمیامحل بازار دِلی میں ہوئی۔

وعظ کا ملکہ :

مولانا اَحمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد حسین فقیرؒ، مولانا راسخؒ اور مولانا محمد اِبراہیم دہلویؒ کے وعظ بہت شوق سے سنتے تھے اُس وقت آپ کی عمر سترہ برس کے قریب تھی وعظ سنتے سنتے خود بھی ایک اچھے واعظ اور خطیب بن گئے اور وعظ کہنے لگے، شروع شروع میں مولانا اَحمد سعید صاحبؒ گھروں میں وعظ کہا کرتے تھے، اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں :

''بھئی ! ہماری زندگی تو شروع سے قلندرانہ زندگی ہے، جب ہم کسی کے گھر پر جا کر وعظ کہتے تھے تو دو روپے نذرانہ ملتا تھا کچھ تارکشی کا کام کر لیتے تھے اِس طرح عسرت کے ساتھ زندگی گزر بسر ہوتی تھی۔'' (مفتی اعظمؒ کی یاد ص ۳۴۴)

اعلیٰ تعلیم :

حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصفؔ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں :

''غالبًا ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۰ء تک ایک زمانہ تھا جبکہ مولانا کی عمر بیس بائیس سال کی ہوگی، آپ بھی کبھی کبھی فوارے [1] پر تقریر کرتے تھے، سامنے نواب روشن الدولہ کی سنہری مسجد میں مدرسۂ اَمینیہ تھا اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہؒ اُس کے صدر تھے، مدرسہ کے طلباء بھی اُن تقریروں میں آکر کھڑے ہو جاتے تھے اُن ہی میں سے حضرت مفتی اعظمؒ کے ایک ہونہار ذی اِستعداد اور محنتی شاگرد مولانا

---

[1] دِلی کے لال قلعے سے جو سڑک فتح پوری مسجد کی طرف جاتی ہے، اُسی سڑک پر بائیں جانب سنہری مسجد آج بھی موجود ہے جہاں اِبتداء میں مدرسۂ اَمینیہ قائم ہوا تھا جو بعد میں یہاں سے منتقل ہو کر کشمیری گیٹ کے علاقے میں چلا گیا تھا جہاں آب وتاب کے ساتھ یہ مدرسہ آج بھی قائم ہے اُس مسجد کے سامنے جو چوک ہے وہ فوارہ چوک کہلاتا ہے۔ (شریفی)

قاری حافظ محمد یٰسین سکندر آبادی ؒ بھی تھے، یہ مدرسۂ حسینیہ میں کبھی کبھی چلے جاتے تھے، مولوی اَحمد سعید ؒ سے واقف تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک مرتبہ مولانا اَحمد سعید ؒ کی تقریر کی تعریف سنی تو اپنے شاگرد سے کہا کہ اِس نو جوان واعظ سے پوچھنا کہ اُس نے کہاں پڑھا ہے اور کہاں تک پڑھا ہے ؟ قاری صاحب موصوف وعظ میں شریک ہوتے ہی تھے، ختم ہونے پر نوا جوان کے ساتھ ہو لیے، راستے میں پوچھا کہ مولوی صاحب ! آپ نے کہاں پڑھا ہے ؟ قاری صاحب موصوف ایک طالب علم تھے اور نو جوان واعظ کو کم سے کم دارُالعلوم دیو بند کا فاضل ترین فیض یافتہ خیال کرتے تھے، اُنہوں نے یہ بھی محسوس نہ کیا تھا کہ اُستاذ محترم نے یہ خدمت کیوں میرے سپرد کی ہے ؟

غرضے کہ مولانا نے قاری صاحبؒ کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھا دیا، اَصل بات کا جواب نہیں دیا، دُوسرے دِن پھر پوچھا مگر بات کو ٹال دیا، وہ ٹالتے رہے یہ پوچھتے رہے اور آخر نو جوان واعظ نے ایک دِن یہ جواب دیا کہ مولوی صاحب ! آپ یہ بات پوچھتے ہیں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے کہیں پڑھا ہو تو بتاؤں، بھئی میں نے تو کہیں نہیں پڑھا اور کچھ نہیں پڑھا اَلبتہ پڑھنے کی آرزو ہے، قاری صاحب موصوف کو یقین نہیں آیا لیکن کچھ عرصے بعد تعلقات بڑھے زیادہ میل جول ہوا تو قاری صاحب کو معلوم ہوگیا کہ واقعی یہ اَن پڑھ ہیں، پھر اُنہوں نے مولانا کو رائے دی کہ آپ مدرسۂ اَمینیہ میں داخلہ لے لیجیے اور علم حاصل کیجیے، مولانا نے کہا کہ بھئی مولوی صاحب ! میں کیونکر پڑھ سکتا ہوں ؟ والد کے اِنتقال کے بعد سے گھر کا سارا بوجھ مجھ پر ہے شادی بھی ہو چکی ہے دِن بھر محنت کرتا ہوں جب کہیں جا کر کام چلتا ہے اور آذوقہ نصیب ہوتا ہے، اِن حالات میں داخلہ لے کر پڑھنے کی فرصت کہاں ؟ مگر اُن کو پڑھانا اور اِن کو پڑھنا مقدر تھا، قاری صاحبؒ نے اپنے

اُستاذ محترم (حضرت مفتی صاحبؒ) سے اِجازت لے کر مولانا کے گھر جا کر پڑھانا شروع کردیا۔'' (مفتی اعظمؒ کی یاد ص ۳۴۶، ۳۴۷)

ایک سال تک اِسی طرح تعلیمی سلسلہ چلتا رہا اور ساتھ میں حضرت سَحبَان الهندؒ تجارت بھی کرتے رہے اور دِن میں مال تیار کر کے شام کو فتح پوری کے بازار میں فروخت کر کے عشاء کے بعد پڑھتے تھے، ایک سال کے بعد آپ نے باقاعدہ مدرسۂ اَمینیہ میں شوال المکرّم ۱۳۲۸ھ/ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں داخلہ لیا اور شرح مأتہ عامل اور مفید الطالبین کے اَسباق شروع ہوئے، مولانا کی سند میں مندرجہ ذیل کتابیں درج ہیں جو مدرسۂ اَمینیہ میں آپ نے پڑھیں :

تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، بخاری، مسلم، ترمذی، اِبن ماجہ، طحاوی، اَبوداو‘د، مشکوۃ، نخبۃ الفکر، مختصر القدوری، کنزالدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، اصول الشاشی، نور الانوار، توضیح تلویح، ایساغوجی، مرقاۃ، شرح تہذیب، قطبی، ملاحسن، حمداللہ، مناظرہ رشیدیہ، ہدیہ سعیدیہ، میبذی، مختصر المعانی، مطول، شرح مأتہ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن، قلیونی، سبعۂ معلقہ اور دیوانِ متنبّی۔

مدرسہ سے خارج اَوقات میں مولانا اَحمد سعید صاحبؒ نے اور کتابیں بھی حضرت مفتی اعظمؒ سے پڑھی تھیں جن میں ''فتح الباری'' بھی شامل ہے، اِس طرح یہ ''مولوی اَحمد سعید'' صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ مولوی، ایک فاضل عالمِ دین بن گئے۔ حضرت مفتی اعظمؒ کے فیضِ صحبت و تربیت نے اِنہیں ایسا سنوارا اور چمکایا کہ ایک شیریں بیان واعظ ہوئے اور ''سَحبَان الهندؒ'' کے لقب مشہور ہوئے۔ اِمام الہند حضرت مولانا اَبوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُن کے کمال کی داد دی۔ اَمیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب دِلی جاتے تھے تو مولانا اَحمد سعید صاحبؒ کے منبر کے پائے سے چپک کر بیٹھ کر بڑی توجہ سے مولانا کی تقریر سنتے تھے، کسی نے شاہ جیؒ سے کہا :

شاہ جی ! آپ تو خود ایک خطیب ہیں پھر بھی مولانا اَحمد سعید کو توجہ سے سنتے ہیں ؟

شاہ جیؒ نے فرمایا :

''ہاں میں مولانا اَحمد سعیدؒ کی ایک تقریر سے سال بھر تقریر کرتا ہوں۔''

شاہ جیؒ کا یہ واقعہ میں نے اپنے جدِ اَمجد اُستاذی حضرت مولانا قاری شریف اَحمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے سنا تھا جو حضرت سَحبَان الھندؒ کی مجلس کے حاضر باش تھے۔

اَساتذۂ کرام :

مولانا اَحمد سعید دہلویؒ کو مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی، مولانا محمد ضیاء الحق دیو بندی، مولانا محمد قاسم دیو بندی، مولانا سید اَنظار اَحمد سہنس پوری اور مولانا قاری محمد یٰسین سکندر آبادی رحمہم اللہ سے تحصیلِ علمی کا شرف حاصل تھا، خصوصًا حضرت مفتی اعظمؒ کے فیضِ صحبت کا اُن کی ذہنی وفکری صلاحیتوں کو صیقل کرنے اور اُن کے جوہرِ قابل کو چمکانے میں خاص حصہ تھا۔

ذریعۂ معاش :

اِبتداءً اِن کا ذریعہ معاش تارکشی کا کام تھا، مدرسہ اَمینیہ میں داخل ہوئے تو اِس کام کے وقت کو محدود کر دیا اور اُسی کے مطابق آمدنی بھی محدود ہو گئی لیکن وعظ و تبلیغ کے نذرانوں سے گزر بسر ہو جاتی تھی، فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت مفتی اعظمؒ کے حکم سے وعظ کا نذرانہ لینا بند کر دیا تھا، محلّہ فراش خانے کی ایک مسجد میں روزانہ صبح کو درسِ قرآن کا سلسلہ شروع فرمایا تو وہاں سے اُن کی ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ مقرر ہو گئی اِس طرح معاش کی طرف سے اُن کی فکر جاتی رہی، اُنہوں نے بڑی مستقل مزاجی اور محنت سے درسِ قرآن جاری رکھا، اِس پہلے سلسلہ درسِ قرآن میں چودہ برس کے روز و شب اور گرم سرد موسم گزرے اور ترجمۂ قرآن مکمل ہوا، قرآنِ حکیم کے علوم و معارف میں اُن کے رسوخ اور پختہ سیرت شخصیت کی تعمیر میں اُن کی اِن چودہ برس کی ریاضت کا بڑا حصہ ہے۔

تدریسی خدمت :

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے اِس چہیتے شاگرد (جسے دُعائے مفتی اعظمؒ

کہنا بجا ہے) کو معینِ مدرس کے طور پر مدرسہ اُمینیہ دِلی میں مقرر کر لیا تھا اور کچھ اِبتدائی کتابیں پڑھانے کے لیے دے دی تھیں، حضرت سَحبَان الھندؒ نے بہت محنت اور ذمہ داری کے ساتھ کئی برس تک یہ خدمت اَنجام دی، اِس خدمت کا یہ فائدہ ہوا کہ درسیات میں اِن کی نظر گہری ہوگئی۔ دُوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ایک مربی کامل کی نگرانی اور قرب وفیضِ صحبت سے جوہرِ قابل جلا پاتا رہا اور اُن کا سینۂ بے کینہ علوم ومعارف کے اَنوار سے معمور رہا، اب چونکہ علوم وفنون میں اُنہیں رُسوخ حاصل ہوگیا تھا اِس لیے اُن کی تقریر اَب اُڑائی ہوئی تقریر نہیں ہوتی تھی بلکہ ٹھوس مدلل اور مربوط ہونے کے ساتھ اُس میں ایک علمی شان بھی پیدا ہوگئی تھی، زبان کی لطافت وشیرینی اور فصاحت و بلاغت کی خوبی پہلے سے تھی اُس کا رنگ بھی شوخ اور پختہ ہوگیا تھا، اِس کے بعد وہ اپنے وقت کے ایک کامیاب واعظ وخطیب اور واقعی ''سَحبَان الھندؒ'' بن گئے تھے اور خطابت کے میدان میں اُن کا ڈنکا بجنے لگا تھا اُن کی مقبولیت آسمان کو چھو رہی تھی اور عوام میں اُن کی مانگ بہت بڑھ گئی تھی۔

مناظرے کی تربیت :

حضرت مولانا اَحمد سعید صاحب دہلویؒ نے تحصیلِ علوم وفنون کے ساتھ فنِ مناظرہ پڑھا بھی تھا اور باقاعدہ اِس کی تربیت حاصل کی تھی، اُن کے اُستاذ ومربی حضرت مفتی اعظمؒ مناظروں میں اُن کے ساتھ ہوتے تھے وہ مقابل کے اِعتراضات کے جواب بھی بتلاتے تھے اور سوالات پوچھنے اور اِعتراضات کرنے میں بھی اُن کی رہنمائی فرماتے تھے۔ اُس دور میں مولانا مرحوم نے معرکۃ الاراء مناظرے کیے، اُس وقت آریوں میں بڑے بڑے فاضل مناظر اور خطیب موجود تھے، پنڈت رام چند دہلوی کا نہ صرف دِلی بلکہ پورے ہندوستان میں طوطی بول رہا تھا، قرآنِ مجید عمدہ پڑھتا تھا اور بڑا طرار چرب زبان تھا، مولانا نے اُس سے بھی مناظرہ کیا، مولانا کی حاضر جوابی، خطابت اور بذلہ سنجی ہمیشہ سب پر غالب رہتی اور حضرت مفتی اعظمؒ کی اِعانت سونے پر سہاگے کا کام کرتی تھی۔ مولانا نے بڑے بڑے میدان جیتنے اور اپنے مقابلین کو شکستِ فاش دی اور اُنہیں فرار پر مجبور کردیا۔ مناظروں کی مشق نے مولانا کے اَندازِ بیان کو نقطۂ کمال پر پہنچا دیا تھا، مناظرے میں اُن کی ظرافت اور بذلہ سنجی بھی اپنا

رنگ جماتی اور مجمع کو ہنساتی اور کبھی ماحول کو زعفرانِ زار بنا دیتی تھی۔

جمعیۃ علماءِ ہند کی تاسیس :

۱۹۱۹ء میں حضرت مفتی اعظمؒ نے جمعیۃ علماءِ ہند کے قیام کے لیے دیگر علمائے کرام سے جو مذاکرات فرمائے اُن میں مولانا اَحمد سعید صاحب دہلویؒ بھی آپ کے دستِ راست تھے، مدرسۂ اَمینیہ دِلی کے جس کمرے میں حضرت مفتی صاحبؒ بیٹھتے تھے یہی جمعیۃ کا پہلا دفتر تھا اُس کمرے میں دونوں اُستاذ شاگرد تمام اِبتدائی اُمور اَنجام دیتے تھے، مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف دہلویؒ سے حضرت سَحبَان الہندؒ فرمایا کرتے تھے :

''میاں مفتی صاحب ! دفتر جمعیۃ کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے اِس طرح چلایا ہے کہ حضرتؒ تو حساب کتاب لکھتے تھے اور میں ڈاک تیار کر کے خود ڈاک خانے لے جاتا تھا۔'' (مفتی اعظمؒ کی یاد ص ۳۵۶)

سیاسی تحریکات :

اَنگریزوں کو ملکِ عزیز سے نکالنے میں علماءِ حق نے بھرپور جدو جہد کی، حضرت سَحبَان الہندؒ ترکِ مولات کے سلسلے میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر میانوالی جیل میں رہے، ایک سال قید با مشقت کی سزا ہوئی، ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہائی ملی، اِس اَسیری کے زمانے میں پنجاب اور یوپی کے بہت سے ہندو مسلمان رہنماؤں کے ساتھ تھے اُن کے ساتھ اَمیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اِسی جیل میں اَسیر تھے۔ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی تحریکِ سول نافرمانی میں حصہ لینے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور ملتان جیل میں اَسیری کے اَیام گزارے، اُسی اَسیری کے اَیام میں آپ کے اُستاذِ محترم حضرت مفتی اعظمؒ بھی ہمراہ تھے، حضرت سَحبَان الہندؒ کی رہائی کا پروانہ پہلے آ گیا اور اُنہیں ملتان جیل سے رہا کر دیا گیا، اِس رہائی کے وقت آپ کے اُستاذِ اکبر حضرت مفتی اعظمؒ نے اپنے دِلی جذبات کا اِظہار اِس طرح فرمایا :

چل دیا وہ حالِ دل سے بے خبر جان و دل کا ہے سفر جس کا سفر
جس سے وابستہ تھیں میری راحتیں جانتا تھا میں جسے قلب و جگر
کنج تنہائی کا میرے تھا رفیق مونسِ جاں تھا سفر ہو یا حضر
مولوی اَحمد سعید خوش لقا واعظ آتش جادُو اَثر
شیرِ دِل ، کانِ مروت ، سیر چشم پیکر صدق و وفا والا گہر
ناظم جمعیۃ اعلامِ ہند تجربہ کار و اَمین و باخبر
چھوڑ کر زِنداں میں مجھ کو چل دیا پھیر لی اُنس و محبت کی نظر
تیری فرقت کا تصور الغیاث اَلحذر تیری جدائی اَلحذر
تیرے دم سے قید خانہ باغ تھا اور ترے اَخلاق تھے اُس کے ثمر
چونکہ راضی بالقضاء تھا اِس لیے قید کا مطلق نہ تھا تجھ پر اَثر
تھی بہ دولت تیرے بزم عیش گرم جیل میں دِن رات اور شام وسحر
مِلک تیری دوستوں پر وقف تھی جان بھی دیتا کوئی لیتا اگر
رُعب وہیبت سے تری اے مردِ حق فوج باطل ہوگئی زیرو و زبر
ہیبتِ حق تیرے چہرے سے عیاں لرزہ بر اَندام تجھ سے شیر نر
یہ حقیقت ہے کہ کرتی ہے تیری خوش بیانی دِل میں پتھر کے اَثر
بے شبہ ہے تیری تقریر بلیغ دِل نشینی میں کنَقشٍ فی الحجر
باغِ جمعیۃ مساعی سے تیری سبز و شاداب و شگفتہ پُر ثمر
تیرا دِل ہے مال وزَر سے بے نیاز فضلِ حق پر رہتی ہے ہر دم نظر
دیکھ کر قربانیاں تیری ہمیں یاد آتے ہیں خلیل نامور
حق ترا حامی ہو اور طالع سعید اور قدم چومے ترے فتح و ظفر
ہو تری اَولاد تیری جانشین مثل تیرے بلکہ فائق ہوں پسر

کارناموں کو ترے زندہ رکھیں اور ہر ایک اُن میں ہو سرِ پدر
اور ہو دارین کی آفات سے فضل مولیٰ واسطے تیرے سپر
موردِ اَلطافِ باری تو رہے عمر بھر ہر سال ہر شام و سحر
پھولتے پھلتے رہیں تیرے فیوض صیت ہو تیرا محیط بحر و بر
لطف سے تیرے ہے اُمید قبول پیش کش ہے گرچہ میری مختصر

اِس کے بعد بھی حضرت سَحبَان الھندؒ متعدد بار گرفتار ہوئے اُن کے لیے جیل جانا اور سزا پانا بچوں کا کھیل بن گیا تھا۔

حضرت سَحبَان الھندؒ جمعیۃ علماءِ ہند کے یومِ تاسیس سے ہی اُس کے ناظمِ اعلیٰ مقرر ہو گئے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کی وفات کے بعد جمعیۃ کے عبوری صدر بھی رہے، ایک زمانے میں جمعیۃ کے نائب صدر بھی رہے۔

تصنیفات وتالیفات :

اللہ رب العزت نے حضرت سَحبَان الھندؒ میں بہت سی خوبیاں جمع کر دی تھیں، وہ بیک وقت سیاست، وعظ وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کے مردِ میدان تھے، اُن کے علم وسیرت اور کارناموں میں بڑا توازن تھا، اُن کی تصنیفات وتالیفات میں (۱) کشف الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (۲) تقاریرِ سیرت (۳) خدا کی باتیں (۴) رسول اللہ ﷺ کی باتیں (۵) معجزاتِ رسول ﷺ (۶) صلوۃ وسلام (۷) جنت کی ضمانت (۸) جنت کی کنجی (۹) دوزخ کا کھٹکا (۱۰) موت کا جھٹکا (۱۱) ماہِ رمضان (۱۲) پردے کی باتیں (۱۳) پاک زندگی بہت مشہور ہیں۔

اِن کی تصانیف، وعظ ونصیحت، تاریخ وسیرت کی خوبیوں کے ساتھ زبان وبیان اور اَدب کے حسن ولطائف کا مجموعہ بھی ہیں، حضرت سَحبَان الھندؒ کی کتابوں کی اِشاعت کا بیڑا پاکستان میں میرے جدِاَمجد حضرت قاری صاحبؒ نے اُٹھایا تھا جو بحمد اللہ جاری وساری ہے۔

حضرت سَحبَان الہندؒ نے دِلی میں اپنے اُستاذِ محترم حضرت مفتی اعظمؒ کی سرپرستی میں ''مؤتمرُ المصنفین'' قائم فرمایا جس کا مقصد مسلمانوں کے لیے خالص مذہبی کتابیں مہیا کرنا تھا اور اَحادیثِ مبارکہ کی کتب کے جو اُردو تراجم علماءِ کرام نے کیے تھے اُن کو مروجہ اُردو زبان میں اَز سرِ نو لکھا جائے کیونکہ سابقہ تراجم کی اُردو غیر مانوس ہوگئی تھی اور اُن سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہوگیا تھا۔

تیرہویں صدی کے وسط میں حکیم الامت حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان نے قرآنِ کریم کی بہت خدمت کی اور قرآنِ کریم کے ترجمے کیے جو ترجمے کے اِعتبار سے بہترین تراجم شمار کیے جاتے ہیں لیکن اُن کی زبان اِس قدر نامانوس ہوگئی تھی کہ اُن سے قرآن کے مطالب و مفہوم کے سمجھنے میں دُشواری ہونے لگی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے اپنے ترجمہ قرآن پر ''موضح قرآن'' کے نام سے مختصر تفسیری حاشیہ لکھا تھا، زمانے کے اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے اِس کی اُردو قدیم ہوگئی تھی اور سمجھنے میں دُشواری ہونے لگی تھی، حضرت شاہ صاحب محدث دہلویؒ کے بعد بہت ترجمے اور تفسیری حاشیے لکھے گئے لیکن ''موضح قرآن'' کی خوبیاں اور کمالات پردۂ خفا میں رہ گئے اور ''موضح قرآن'' میں جن نکات اور عمیق باتوں کی رعایت رکھی گئی تھی اُس سے عوام تو عوام خواص بھی محروم ہوگئے، حضرت سَحبَان الہندؒ نے اپنے اَحباب کے اِصرار پر یہ اِرادہ بھی فرمایا کہ ''موضح قرآن'' پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا جائے اِس طرح آپ کے پیشِ نظر تین کام تھے۔

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمے کی وضاحت اور ضروری تبدیلی

(۲) ''موضح قرآن'' کی تشریح و توضیح

(۳) مشکوۃ شریف کا ترجمہ و تشریح، جو حضرت شاہ محمد اِسحاق محدث دہلویؒ کے تلمیذ رشید مولانا نواب قطب الدین خاں مرحوم نے ''مظاہر حق'' کے نام سے کیا تھا اِس ترجمے کی جدید اُردو میں تبدیلی۔

اِن اُمور کے لیے ''مؤتمر المصنفین'' کو قائم کیا تھا، اہلِ دہلی میں سے مخیّر حضرات نے اِن کاموں میں غیر معمولی دلچسپی لی اِس کے بعد ''وسیع النظر علماء'' کی تلاش ہوئی جو اُردو زبان پر پورا عبور رکھتے ہوں یہ کام سرمایہ فراہم ہونے سے بھی زیادہ مشکل تھا کیونکہ جو حضرات اُردو زبان پر عبور رکھتے

تھے وہ ''وسیع النظر'' نہیں تھے اور جو ''وسیع النظر'' تھے وہ اُردو پر عبور نہیں رکھتے تھے یہ اُلجھن کافی عرصے رہی اور ایک زمانے کے بعد حضرت سَحبَان الھندؒ نے چند حضرات کو منتخب فرمایا، علمی ذوق رکھنے والے حضرات حضرت سَحبَان الھندؒ کے علمی کارناموں کو دیکھ کر اَندازہ کر سکتے ہیں کہ حضرت سَحبَان الھندؒ کا ذوق کیسا تھا۔ حضرت سَحبَان الھندؒ کو زندگی بھر قرآنِ کریم کے معارف سے شغف رہا، اہلِ مجلس ''مُؤتمر المصنفین'' کے باہمی مشورے سے یہ بھی طے پایا کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ حضرت سَحبَان الھندؒ خود کریں گے، باقی حضرات کے ذمے ''مظاہر حق'' کا کام سپرد کیا جائے، اِس کی نگرانی بھی حضرت سَحبَان الھندؒ فرمائیں، ''مظاہر حق'' کے ترجمے کی جو آرزو تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی اَلبتہ حضرت سَحبَان الھندؒ نے سیاسی مشاغل اور پھر بیماری کے درپے حملوں کے باوجود ترجمے کا کام پورے اِنہماک کے ساتھ جاری رکھا جو اُٹھارہ سالہ محنتِ شاقہ کے بعد منظر عام پر آیا۔

ترجمے کا کام کس طرح ہوتا تھا ؟ اِس کے متعلق حضرت سَحبَان الھندؒ کے فرزندِ رشید مولانا محمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِس طرح بیان کرتے ہیں :

''روزانہ کام کرنے کا معمول یہ تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر (دِلی کے ایک علاقے) فراش خانے میں کٹرہ ہڈّو کی مسجد میں تشریف لے جاتے، وہاں ڈیڑھ دو گھنٹے قرآن شریف کا ترجمہ بیان فرماتے، اُس مسجد میں کم وبیش تیس بتیس سال آپ نے ترجمہ قرآن کریم بیان فرمایا، ترجمے سے فارغ ہو کر مکان تشریف لے آتے اور ترجمہ قرآن لکھنے میں مشغول ہو جاتے، قرآنِ کریم کے اِس ترجمے میں حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقتاً فوقتاً شرکت فرمایا کرتے تھے۔''

(کشف الرحمٰن ج ۱ ص ۵ مطبوعہ کراچی)

حضرت سَحبَان الھندؒ کس محنت ومشقت کے ساتھ یہ خدمت اَنجام دیتے تھے ؟ اِسے بھی پڑھ کر اِیمان کو تازہ کیجیے اور آج کے مؤلفین ومصنفین کا موازنہ اِس سے کیجیے :

''علمائے کرام کی مختصر جماعت حضرت مولانا کے سامنے مختلف ترجموں کے قرآن

اور تفسیریں کھولے بیٹھی رہتی، کبھی آپ ایک سے ترجمہ سنتے پھر دُوسرے کو اِشارہ فرماتے اور پھر تفسیروں کو پڑھواتے، اَخیر میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ کے ترجمے کو سنتے، سب کچھ سننے کے بعد آپ ایک آیت کا ترجمہ لکھتے تھے، پھر دُوسری آیت لیتے اُس کا بھی اِسی طرح چکر چلتا تھا یہاں تک کہ مئی جون کی شدید گرمی میں ڈیڑھ دو بجے تک تین چار آیتوں کا ترجمہ کر پاتے تھے، پھر کھانا کھا کر کچھ دیر آرام فرماتے، ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر صبح کے لکھے ہوئے ترجمے پر نظر ثانی فرماتے تھے، کبھی حضرت مولانا سلطان محمودؒ شیخ الحدیث مدرسۂ عالیہ فتح پوری حضرت سَحبَان الہندؒ سے ملنے تشریف لاتے تو اُن کو ملاحظہ کراتے، کبھی مولانا اللہ بخش صاحبؒ، مولانا ضیاء الحق دیوبندیؒ (حضرت سَحبَان الہندؒ کے اُستاذِ محترم) آتے تو اُن کو سناتے، کبھی حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ (نائب اَمیرِ شریعت) تشریف لاتے تو اُن کو ملاحظہ کرایا، کبھی کوئی اور صاحب دیوبند سے تشریف لاتے تو اُن کو دِکھایا، کوئی صاحب پاکستان سے ملنے جاتے تو اُن کو بھی دِکھایا، غرض اہلِ علم میں جو حضرات بھی کہیں سے تشریف لاتے اُن کو ضرور ملاحظہ کراتے، ہفتے عشرے میں مفتی اعظم حضرت علامہ محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی، جو اِس اِدارے (مُوتَمر المصنفین) کے نگراں و سرپرست تھے ضرور ملاحظہ کراتے رہتے تھے۔'' (کشف الرحمٰن ج ۱ ص ۵ مطبوعہ کراچی)

اُستاذِ محترم حضرت مولانا سیّد اَخلاق حسین قاسمیؒ بھی بعض اَوقات اِس تفسیری مجلس میں ہوتے تھے، حضرتؒ کو جہاں ترجمے میں دِقت ہوتی تو بعض اَوقات مولانا قاسمیؒ کو حضرت مفتی اعظمؒ کے پاس بھیجتے کہ یہ حضرت کو دِکھا کر ترجمہ لکھوا کر لائیں، حضرت مولانا قاسمیؒ نے حضرت مفتی اعظمؒ کی قرآن فہمی پر ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جو روزنامہ اَلجمعیۃ دہلی کے مفتی اعظمؒ نمبر میں موجود ہے اُس مضمون میں اِس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حضرت سَحبَان الھند رحمة اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن ''کشف الرحمٰن'' پر جن اَکابر اور بزرگوں نے آراء لکھی ہیں اُن سے جہاں ''کشف الرحمٰن'' کی اہمیت معلوم ہوتی ہے وہیں حضرت سَحبَان الھندؒ کی شخصیت پر اَکابر اور بزرگوں کے اعتماد کا بھی پتہ چلتا ہے، ہم اُن آراء کے چند اِقتباسات دیتے ہیں تاکہ قارئین محترم بھی محظوظ ہوں :

☆ شیخ الاسلام اِمامنا سیّدنا مولانا حسین اَحمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں :

''کسی کتاب کی مقبولیت و اِفادیت کے لیے سَحبَان الھند حضرت مولانا اَحمد سعید صاحب مد ظلہم کا نام سند اور ضمانت ہے اور موصوف کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد کسی تقریظ یا اِظہارِ رائے کی ضرورت نہیں رہتی۔''

یہ بھی ایک تاریخی شہادت ہے کہ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ دِلی کی شخصیات میں سے حضرت سَحبَان الھندؒ کو ''اَعلیٰ حضرت'' بھی فرمایا کرتے تھے۔

☆ شیخ الحدیث حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ تحریر فرماتے ہیں :

''حضرت مولاناؒ کا نام کسی تصنیف پر آجانے کے بعد زبان و بیان کے سلسلے میں ہرگز دو رائیں نہیں ہوسکتیں، حضرت مولاناؒ دِلی کی ٹکسالی زبان اور محاورات کے ماہر تھے اور اِسی باعث اُنہیں سینکڑوں زبان داں ہم عصر کے درمیان ''سَحبَان الھند'' کا خطاب ملا، حضرت مولانا کا یہ طرزِ تحریر قرآنِ کریم کے ترجمے میں بھی صاف نظر آتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ قرآنِ کریم کے سابق تراجم سے فائق ہے۔''

☆ اعزاء العلماء حضرت مولانا محمد اِعزاز علی اَمروہویؒ تحریر فرماتے ہیں :

''تفسیر و ترجمہ اِختصار اور تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اِس قدر جامع ہے کہ بہت سے شبہات جو کہ آج کل آیاتِ قرآنیہ کے متعلق کیے جاتے ہیں، ترجمے ہی سے دُور ہوجاتے ہیں اور تفسیر دیکھنے کے بعد تو کوئی شبہ باقی ہی نہیں رہتا اِس لیے

میرے نزدیک یہ تفسیر نہ صرف اُردو داں طبقے کے لیے ضروری اور مفید ہے بلکہ طلباء اور علماء بھی اِس سے مستغنی نہیں ہیں۔''

☆ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی رحمة اللہ علیہ تو بہت اُونچی بات فرماتے ہیں، اِرشاد ہے :

''یہ واقعہ ہے کہ میں تو اِس ترجمے سے بہت ہی منشرح ہوا، مجھے تمام تراجم میں بوجہ بلاغت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ پسند تھا لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اُس سے بھی کچھ سوا ہی نظر آتا ہے، اِرادہ کرتا ہوں کہ اپنی تحریرات میں جہاں آیات کے ترجمے درکار رہوں گے تو اِس ترجمے کی نقل پر قناعت کرسکوں گا۔''

وفات :

حضرت سَحبَان الہندؒ نے ۳ر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ/۴ر دسمبر ۱۹۵۹ء کو وفات پائی اور اپنے اُستاذِ اکبر حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہٗ کے پہلو میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کی درگاہ میں تدفین ہوئی جو ''قطب صاحب'' کے نام سے مشہور ہے۔ اللہ رب العزت اُنہیں کروٹ کروٹ سکھ اور چین نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین !

حضرت سَحبَان الہندؒ کی اَولاد میں سے مولانا محمد سعید دہلویؒ اُن کے جانشین ہوئے جو حضرت مفتی اعظمؒ کے شاگرد اور مدرسۂ اَمینیہ دہلی کے فاضل تھے لیکن حضرت سَحبَان الہندؒ کے بعد جلد ہی اِن کا بھی وصال ہوگیا، باقی صاحبزادگان اِس علمی اور عزیمتی سفر سے نا آشنا تھے اِس لیے حضرت سَحبَان الہندؒ کی اَولادوں سے جو فیضان کی توقع رکھی جاسکتی تھی وہ نہ ہوسکی۔

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۸ر ستمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا ریاض صاحب کی دعوت پر مدرسہ کے سنگِ بنیاد کے لیے بھمبھے کلاں تشریف لے گئے جہاں آپ نے مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھ کر مدرسے کی تعمیر وترقی کے لیے دُعا فرمائی، بعد نمازِ عصر حضرت نے بیان بھی فرمایا۔

۹ر ستمبر کو بعد نمازِ عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا خالد عثمان صاحب کی دعوت پر رائیونڈ بائی پاس تشریف لے گئے جہاں آپ نے مسجد بلالؓ میں درجہ حفظ وناظرہ کا اِفتتاح فرمایا۔

۱۳ر ستمبر کو بعد نمازِ ظہر شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، مولانا عقیل صاحب کی دعوت پر اِنقلابِ قرآن پروگرام میں شرکت کے لیے سید پور تشریف لے گئے جہاں حضرت نے تکمیلِ حفظ کرنے والے بچوں سے قرآن سنا اور آخر میں قرآنِ مجید کی اہمیت پر بیان فرمایا، بعد اَزاں مولانا فہیم صاحب اور مولانا عبدالرؤف صاحب کے اِصرار پر حضرت صاحب جامعہ حمیرا للبنات اور جامعۃ الخیر کھڈیاں چندمنٹ کے لیے تشریف لے گئے۔

۱۷ر ستمبر کو بعد نمازِ عشاء شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب خاتم النبیین کانفرنس میں شرکت کے لیے ڈیڈھا رائیونڈ تشریف لے گئے جہاں آپ نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۱۷ر ستمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم فریضہ حج اَدا کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور